جلد 11 شمارہ 4 فروری 2009ء صفر 1430ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

محبت

اللہ

صداقت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پروازِ مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

منشور دعوت

اِنَّهٗ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِ الۡجَنَّةَ وَمَاۡوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ۝

(المائدۃ۔72)

ترجمہ

جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا۔ اللہ اس پر جنت حرام کردیگا۔ اور اِسکا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

ماہنامہ

آدمیت فلاح

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد **خواجہ عبد الحکیم انصاری**ؒ

بانی سلسلہ

نگران و سرپرست

محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

Mob: 0300-6493335

مدیر : احمد رضا

نائب مدیر : پروفیسر محمد احمد شاؔد

تقسیم کنندہ : میاں علی رضا

ڈیزائننگ اینڈ کمپوزنگ : محمد رفیق

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ کے لئے

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ)

وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

Ph:055-3862835
055-3003304

رابطہ مدیر : 0321-6400942

فیکس نمبر: +92-55-3736841

ای میل: info@toheedia.net

قیمت شمارہ ———— 20/- روپے

سالانہ فنڈ ———— 200/- روپے

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراجدین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

اس شمارے میں

دل کی بات

اِس مادی دنیا میں غلبہ ونصرت کی جب بھی بات کی جاتی ہے تو لامحالہ سبھی مفکر ومدبر چاہے اُن کا تعلق کسی بھی مکتبہ فکر سے ہو، اُن کی رائے ایک ہی ہے۔ اُن کی سوچ کا مرکز ومحور تعداد کی کثرت، رسل و رسائل کا بہترین نظام، دولت کی ریل پیل، ہتھیاروں کے انبار، بہترین دماغ اور ان جیسی اور مادی اشیاء ہوتی ہیں۔ معلومات کی حد تک یہ بات ٹھیک بھی ہے بلکہ مشاہدہ اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ جب دو بڑی قوتیں آمنے سامنے ہوں تو جیت اُسی کا مقدر بنتی ہے جسکے پاس اِن مادی وسائل کی کثرت ہو۔ بنیادی طور پر یہ مادی وسائل ہی اُس کی قوت کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ لیکن جب تاریخ انسانی کا عمیق تجزیہ کیا جائے تو عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے ایک طرف تو امریکہ اور روس کی جنگ ابھی تک ہماری یادداشتوں میں محفوظ ہے کہ کس طرح مادی وسائل کی برتری نتائج کو اپنے حق میں کرنے کیلئے ازبس ضروری ہے۔ دوسری طرف ایک اور جنگ تاریخ انسانی کے صفحات میں آج تک محفوظ ہے جس میں حیرت انگیز طور پر مادی وسائل کی کثرت بری طرح شکست سے دوچار ہوئی، اور جس نے مادی برتری کے نظریے کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

ایک طرف شاہ غسان ایک لاکھ، ہتھیار بند سپاہیوں اور تجربہ کار جرنیلوں کے ساتھ میدان کارزار میں اُترا، اور اُس کے پیچھے قیصر روم نے مزید ایک لاکھ فوج مادی وسائل سے آراستہ و پیراستہ بطور کمک کے بھیج دی اور مقابلتاً مسلمانوں کی تعداد صرف اور صرف دس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھی۔ اور وہ بھی بے سروسامانی کے عالم میں۔

جنگ ہوئی اور بہت شدید ہوئی۔ لیکن اس جنگ کے نتائج نے تاریخ انسانی میں ایک اور نظریے کی بنیاد رکھی۔ اور وہ نظریہ تھا کہ "تمھی غلبہ پاؤ گے اگر تم مومن رہے"۔

یعنی جو مومنین کی جماعت ہوگی وہ غالب رہے گی۔ اس طرح غلبہ ونصرت کے دو الٰہی نظام وجود میں آئے۔ ایک تو مادی وسائل میں کثرت کا اور دوسرا مومنین کی کثرت کا۔ یعنی دنیا میں غلبہ کی صرف دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک مادی وسائل میں کثرت اور دوسری من حیث الجماعت ہم مومن بن جائیں۔ مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے ہمیشہ دوسری صورت کیلئے کوشش کی

اور ایک ہی وقت میں کسریٰ اور روم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔
بقول اقبالؒ۔

اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

آج ہماری کسمپرسی کی سب سے بڑی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم مومن نہیں رہے۔
ہم میں وہ جذبہ مفقود ہو گیا ہے جس سے اغیار کے دل سینوں میں کانپتے تھے۔

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھو گیا ہے تجھ سے وہ جذب قلندرانہ

اللہ سے دُعا ہے کہ وہ مسلم اُمہ کو پھر دوبارہ اُسی جذبہ قلندرانہ سے نواز دے اور سچا مسلمان اور پکا مومن بنا دے اور پھر نصرت و غلبہ کا وہی نظام حرکت میں آئے اور دنیا امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے اور بنی نوع انسان اصلی فلاح کی طرف گامزن ہو جائے۔ آمین یارب العالمین

والسلام! احمد رضا

اطلاع برائے برادران

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ اجتماع

بروز جمعہ، ہفتہ 10,11۔ اپریل 2009ء طے پا چکا ہے۔

تمام بھائی! قبلہ انصاری صاحبؒ کی تصانیف کا مطالعہ شروع کر دیں۔

درس قرآن

﴿ تحریر: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک ؒ ﴾

بنی اسرائیل

اِس سورۃ کا علامتی نام ''بنی اسرائیل'' رکھا گیا کیونکہ اِس سورۃ میں بنی اسرائیل کو تنبیہہ کی گئی ہے۔ اِس سورۃ کا نام ''الاسراءٗ'' بھی ہے کیونکہ اِس سورۃ کے آغاز میں نبی اکرمﷺ کے سفرِ معراج کے ابتدائی مرحلے کا ذکر ہے۔

زمانہ نزول

یہ سورۃ سفرِ معراج کے بعد نازل ہوئی۔ جس کی تفصیلات سیرت و حدیث کی کتب میں مذکور ہیں۔

مضامین

نبی اکرمﷺ کی مسلسل دعوت کے نتیجے میں خطۂ عرب کے ہر گوشے میں اسلام کا پیغامِ حق پہنچ چکا تھا بلکہ مخلصین کی ایک جماعت کے علاوہ مدینہ منورہ کے طاقتور قبائل اوس و خزرج کے متعدد افراد بھی آپ کے جان نثاروں میں شمولیت اختیار کر چکے تھے اور اب حالات ایک آزاد اور خود مختار مملکت کے قیام کیلئے سازگار ہو رہے تھے۔ ایسے میں نبی اکرمﷺ کو معراج کرائی گئی اور آپ کو انسانی سعادت و عظمت اور فوز و فلاح کے علاوہ وہ اصول بتائے گئے جو ایک فلاحی معاشرے کے تمدن کی بنیاد ہیں۔

اِس سورۃ میں کفارِ مکہ کو بنی اسرائیل کے حالات و واقعات سے عبرت حاصل کرنے کا بھی سبق دیا گیا کیونکہ اِس دوران میں کفارِ مکہ ابتلاء و آزمائش کا شکار ہو چکے تھے۔ اِس لئے تنبیہہ کی گئی کہ اگر اب بھی تم نے راہِ ہدایت کو نہ اپنایا تو بنی اسرائیل کی طرح تمہارا نام و نشان مٹا کر دوسری قوموں کو اِن تعلیمات کا امین بنا دیا جائے گا اور اگر اب تک تمہیں قرآن کی صداقت پر یقین و اعتماد نہیں تو تم خود اس کی مثل بنا کر پیش کرو اور یاد رکھو کہ تم یقیناً ایسا نہ کر سکو گے۔ تو حید و آخرت کے برحق ہونے پر دلائل کے تذکرے کے بعد منکرینِ اسلام کو عذاب سے ڈرایا گیا۔ بایں ہمہ نبی

اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو مشکلات میں صبر و استقامت کے ساتھ اپنے موقف پر ڈٹے رہنے کی ہدایت کی۔ کفار کی ہٹ دھرمی اور تکذیب کا مقابلہ کرنے کو کہا گیا اور ان مشکلات کو برداشت کرنے کیلئے ایک بہترین علاج تجویز کیا گیا کہ نماز کے ذریعہ صفاتِ عالیہ سے اپنے آپ کو متصف کرلو۔ یہ تزکیہ نفس اور مجاہدہ کا بہترین ذریعہ ہے نیز اسی سورۃ میں نماز پنجگانہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحن الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا حولہ لنریہ من ایتنا ۔ اِنہ ھوالسمیع البصیرo

''پاک ہے وہ ذات جو ایک رات میں اپنے بندے کو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے تا کہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ حقیقت میں وہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے''۔ (بنی اسرائیل:1)

عظمتِ نبویؐ اور مقامِ عبد

نبی اکرم ﷺ کو یہ مقام نصیب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسراء اور معراج کی سعادت نصیب فرمائی۔ اسراء تو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ جانے کا نام ہے اور مسجد اقصیٰ سے آگے کی جو منزلیں ہیں، وہ معراج کہلاتی ہیں۔ ہر نبی کو معراج ہوتی ہے۔ لیکن حضورؐ کو جو مقام عظمت، رفعت اور قربِ الٰہی کی سعادت ملی، وہ کسی اور نبی کو نصیب نہیں ہوئی۔ اس کا بڑا اور اصل سبب یہ ہے کہ آپ سید الرسل، خاتم النبیین، سید ولد آدم، سید البشر اور خاتم المعصومین ہیں لیکن یہاں جو لفظ استعمال ہوا، وہ عبد ہے۔ اس میں ایک بہت ہی عجیب نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی قرآنِ پاک میں نبی ﷺ کی رفعتِ شان یا آپ کی کوئی بہت بڑی نعمت دینے کا ذکر کیا ہے، وہاں خاص طور پر عبد کے لفظ سے خطاب کیا ہے۔

ارشادِباری تعالیٰ ہے۔

تبرک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیراo

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (عبد) پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کیلئے ڈرانے والا بن جائے''۔ (الفرقان:1)

اِسی طرح جب ہم کلمہ شہادت کے ذریعے ایمان کا اظہار کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی شہادت دیتے ہیں، وہاں آپ کی عبدیت کی بھی شہادت دیتے ہیں۔

اشھدُ ان لا الہ الا اللّٰہ واشھدُ ان محمدا عبدہ و رسولہ۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں''۔

کائنات میں اللہ کے بعد عبدیت کا مقام سب سے زیادہ بلند ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ جو صاحبِ کشف ہیں، فرماتے ہیں کہ ''ہم نے ولایت کی منزلیں طے کی ہیں اور طے کرنے کے بعد پتہ چلا کہ جہاں تمام اولیاء اللہ اور صحابہؓ کی منزلیں ختم ہو جاتی ہیں تو وہاں سے عبدیت کا مقام شروع ہوتا ہے''۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار او منتظر

گویا عبد اور چیز ہے اور عبدہٗ اور چیز۔ عبدہ کا مقام بہت بلند ہوتا ہے۔ ''عبد'' اللہ تعالیٰ کا انتظار کرتا ہے اور عبدہٗ کا انتظار کیا جاتا ہے۔

اہلِ مکہ کو تنبیہہ کی ایک مثال

اِس ذکر کے ساتھ ہی سابقہ ادوار کے دو جلیل القدر اور اولوالعزم رسولوں سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اور ان کی تعلیمات کا خلاصہ بڑے ہی حسین پیرائے میں ہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کو دی گئی تنبیہہ (Warning) کا ذکر ہے کہ تم جب دنیا میں فساد کا

باعث بنو گےتو ہم تم پر دوسری اقوام کوغلبہ دیں گےاور پھران ہی سے اپنے دین کی خدمت کا کام لیں گے۔جس طرح بنی اسرائیل کی مسلسل نافرمانیوں اور بدعہدیوں کے بعد ان کے منصب امامت چھین کر اہل عرب کی جانب منتقل کردیا گیا اور بطور ضابطہ یہ ارشاد ہوا۔

ان ھذاالقران یھدی للتی ھی اقوم ویبشر المومنین الذین یعملون الصلحت ان لھم اجرا کبیراo

وان الذین لا یومنون بالاخرۃ اعتدنا لھم عذابا الیماo

''بلا شبہ یہ قرآن ایسی راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور نیک اعمال کرنے والے مومنین کو اجرِ عظیم کی خوشخبری دیتا ہے اور یہ بھی (بتاتا ہے) کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے،ان کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیارکررکھا ہے''۔ (بنی اسرائیل:9-10)

گویا قرآنِ کریم اِن سبھی باتوں اور معاملات پر مشتمل ہے کہ دنیا میں زندگی گزارنے کے آداب اور طریقے کیا ہیں؟نیز ان کی بتائی گئی راہ کے سلسلے میں جو دو طبقات ہیں،ان کا انجام بھی واضح کر کے یوں فرمایا کہ انسان ہمیشہ جلد باز واقع ہوا ہے،وہ شر اور عذاب کے بارے میں مطالبہ کرتا ہے کہ جلد دکھا دیا جائے تاکہ وہ نبی کی صداقت پر اس کے باعث یقین کرلیں۔حالانکہ رات دن کا اختلاف اور سال و ماہ کی گنتی ہی ان کی نصیحت کیلئے کافی ہے۔

قیامت اور نامۂ اعمال

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وکل انسان الزمنه طٰئرہ فی عنقه۔ و نخرج له یوم القیمة کتبا یلقه منشوراo

اقرا کتبك کفی بنفسك الیوم علیك حسیباo

من اھتدی فانما یھتدی لنفسه ومن ضل فانما یضل علیھا ولا تزروازرۃ وزرا خری۔ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاo

''ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے میں لٹکا رکھا ہے اور پھر قیامت کے دن ہم ایک نوشتہ

(لکھا ہوا حساب) اِس کیلئے لٹکائیں گے جسے وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا۔ (ہم کہیں گے) اپنا حساب پڑھ لے۔ آج تو اپنا ہی محاسب کافی ہے۔ جو شخص دنیا میں سیدھی راہ پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کیلئے اس راہ پر چلتا ہے اور اپنے نفع کیلئے اس راہ پر چلتا ہے اور جو گمراہ ہو، اِس کی گمراہی کا وبال اِسی پر ہے اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اور ہم (اس وقت تک) عذاب نہیں دیتے جب تک کہ (ان لوگوں میں) پیغمبر نہیں بھیج دیتے''۔ (بنی اسرائیل :13-15)

اِس مقام پر پہلی بات تو یہ فرمائی کہ شگون لیتے پھرتے ہو اور تقدیر کی باتیں کرتے ہو، جبکہ ہر شخص اپنا شگون اپنے گلے میں خود لٹکائے ہوئے ہے اور جو وہ کرتا ہے، وہ اعمال بھی اِس کے گلے میں لٹکتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ سب لکھے لکھائے قیامت کے دن جمع ہو کر اِس کے سامنے کر دیئے جائیں گے اور وہ اس دن اللہ تعالیٰ کسی قاضی کو نہیں بٹھائیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص سے فرمائیں گے کہ اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لو اور اپنا فیصلہ خود سنا دو۔ نیز یہ فرمایا کہ ہم کسی کو سزا نہیں دیں گے جب تک حُجت پوری نہ کر دیں گے۔ اس کیلئے ہم پیغام بھی بھیجتے ہیں اور پیغمبر بھی۔ اس کے برعکس جو ہدایت کا راستہ اختیار کرتا ہے، اس میں اس کا اپنا بھلا ہے اور جو خود گمراہی اختیار کرتا ہے، اِس کی سزا کا ذِمہ دار وہ خود ہی ہے۔ مگر آخرت کی اس سزا سے پہلے کبھی کبھار ہم عبرت کیلئے دنیا میں بھی گرفت کرتے ہیں۔

دُنیا میں عذاب

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وکم اھلکنا من القرون من بعد نوح ۔ وکفی بربك بذنوب عبادہ خبیرا بصیرا o

''اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کے بعد بہت سی اُمتوں کو ہلاک کر ڈالا اور تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے والا، دیکھنے والا کافی ہے''۔ (بنی اسرائیل :17)

ایسی آیات اور عذاب کی وعید سن کر اہل مکہ ہر بار یہی کہتے تھے کہ ہم پر عذاب کیوں نہیں اُترتا اس بارے میں ارشاد ہوا کہ ہم جلد ہی ان کو ان کی خواہش دکھا دیں گے مگر اُن کا انجام

آخرت میں جہنم ہوگا پھر دعوت غور وفکر اور اس کے نتیجہ میں اہل عقل جو نتیجے نکال سکتے ہیں اور جو حقیقت ہے وہ یوں ہے۔

لا تجعل مع الله الها اخر فتقعد مذموما مخذولاo

''اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود مت بناؤ ورنہ بے کس ہو کر ملامتیں سنو گے''۔

(بنی اسرائیل:22)

قرآنِ مجید اور ہمہ پہلو ہدایت

قرآنِ مجید چونکہ دنیوی اور اُخروی نعمتوں کو جمع کرنے اور زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کیلئے نازل ہوا اِس لئے سورۃ بنی اسرائیل کی آئندہ آیات میں معاشرتی زندگی کے ہر پہلو پر مکمل بحث کی گئی ہے۔آیئے ترتیب وار ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔

پہلا حکم: توحید باری

وقضی ربك الا تعبدوا الا اياهo (بنی اسرائیل:23)

''اور تیرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو''۔

بنیادی طور پر اسلامی تعلیمات کی تقسیم کریں تو اِس کے دو حصے بنیں گے۔

1۔ حقوق اللہ 2۔ حقوق العباد

اِس کی مزید تقسیم یوں ہوگی کہ حقوق اللہ میں دو چیزیں ہیں۔

1۔ عقیدہ۔ 2۔ عبادت

1۔ عقیدہ

ایمان کے سارے بنیادی عقائد پر یقین کرنا ضروری ہے جن کو اجمالاً ایمانِ مجمل میں ذکر کیا گیا ہے۔کہ ''اللہ پر ایمان لایا، اس کے فرشتوں پر، اِس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور تقدیر پر''۔

2۔ عبادت

سارے مناسک کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے مخصوص کرنا۔اس میں مختلف ارکان و اعمال ہیں۔

مثلاً نماز، زکوۃ، روزہ اور حج۔

اسی طرح حقوق العباد میں دو چیزیں ہیں۔

1۔ اخلاق 2۔ معاملات۔

3۔ اخلاق:

عقیدہ اور عبادت میں صحت اور پختگی کے نتیجے میں ایک مسلمان کی عادات واطوار درست ہو جاتی ہیں اور وہ ہر شخص کو راحت پہنچانے کا سبب بن جاتا ہے اور کسی کیلئے ایذا کا سبب نہیں بنتا۔ اس کی شخصیت تمام رذائلِ خلقیہ سے پاک ہو جاتی ہے۔

4۔ معاملات:

معاملات میں امانت او ردیانت، دینداری کا اصل منشا اور اس کی پہچان ہے۔حضور اکرمؐ نے فرمایا۔**الدین المعاملة** ''دین دراصل معاملات کے درست ہو جانے کا نام ہے''۔

مذکورہ آیت کریمہ میں انتہائی اختصار کے ساتھ عقیدہ اور عبادت کو جمع کر دیا گیا کہ تمہارے رب کا فیصلہ اور حکم ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔

دوسرا حکم: والدین کے ساتھ حسن سلوک

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وبالوالدين احسانا ۔ اما يبلغن عندك الكبر احد هما اوكلهما فلا تقل لهما اف ولا تنهر وقل لهما قولا كريما o واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربيني صغيرا o

''اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اِن کو اُف تک نہ کہو اور نہ اُنہیں جھڑکو اور اُن سے ادب کے ساتھ بات کرو، عجز و نیاز کے ساتھ ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے رب! جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پالا تو بھی ان (کے حال) پر رحم کر''۔(بنی اسرائیل :23-24)

اِس آیت کریمہ میں جس خوبی اور اختصار کے ساتھ والدین کے معاملے میں حقیقت اور

تفصیل درج کی گئی ،اس پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ۔بس یہ یادرہے کہ قرآن مجید میں جابجا اوراحادیث مبارکہ میں اَن گنت مقامات پر والدین کے ساتھ حُسن سلوک کا حکم ہے۔

ماں باپ کے بارے میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔

''جنت ماں کے قدموں تلے ہے''۔

اِسی طرح باپ کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرام ہے۔

''رب کی رضا والد کی رضا اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے''۔

اِس مقام پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اگر والدین ایسا حکم دیں کہ جس پر عمل کے باعث شرک یا اللہ کی نافرمانی کا پہلو نکلتا ہوتو ایسا حکم نہ ماننا چاہئے ۔البتہ دنیوی معاملات ومعاشرت میں حسن سلوک بہرحال لازم ہے۔

تیسرا حکم :اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی

وات ذا القربی حقه والمسکین وابن السبیلo

''اور رشتہ داروں محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو''۔(بنی اسرائیل :26)

حقوق العباد کی ادائیگی کے ضمن میں یہ حکم دیا گیا کہ مندرجہ ذیل حضرات کے حقوق ادا کرو۔

(ا)اہل قرابت: اس میں بھی رشتہ دار اور پڑوسی آتے ہیں،ان کا حق ادا کرو۔

(ب) مساکین: وہ لوگ جو اپنی حوائج ضروریہ کی تکمیل کا سامان خود مہیا نہیں کر پاتے اور اپنے خودداری کے باعث سوال سے بھی باز رہتے ہیں۔

(ج)مسافر: دورانِ سفر جب آدمی غریب الدیار اور بے وطن ہو جاتا ہے تو بسا اوقات اس کو مالی مشکلات گھیر لیتی ہیں۔ایسے میں اگر کوئی آدمی صاحب ضرورت ہوتو اس کی ضرورت پوری کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

چوتھا حکم :فضول خرچی سے بچو

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ولا تسرفوا ''اور فضول خرچی سے مال نہ اُڑاؤ''۔ (بنی اسرائیل :26)

حروف مقطعات

﴿قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی﴾

قرآن کی بعض سورتوں کے آغاز میں پراسرار حروف لکھے ہوئے ہیں۔جنہیں ہم حروف مقطعات کے نام سے پکارتے ہیں۔ان کے بظاہر کوئی معنی نہیں ہیں اور انہیں علیحدہ علیحدہ حروف کی صورت ہی میں پڑھا جاتا ہے۔مثلاً قرآن کی دوسری سورت البقرہ کا آغاز **آلــــم** سے ہوتا ہے۔جسے الف لام میم پڑھا جاتا ہے۔اِن حروف کی تشریح نہ تو احادیث میں آئی ہے اور نہ ہی کسی مفسر نے بیان کی ہے۔اللہ کے فضل سے 1975ء میں ایک مصری محقق راشد خلیفہ نے علم الحساب کی بنیاد پر حروف مقطعات کو جو حل پیش کیا اُس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا اور بڑے وسیع پیمانے پر اس کی پذیرائی ہوئی۔ان کے پیش کردہ منطقی دلائل اور مربوط حسابی نظام میں کافی وزن موجود ہے اس لئے ان حقائق کو قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے ثبوت میں پیش کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرنی چاہیے۔اگرچہ علماء کرام کو اِس تحقیق سے اختلاف کرنے کا حق بھی حاصل رہے گا۔اس تحقیق میں اُنیس کا ہندسہ مرکزی اہمیت کا حامل ہے۔ایک عالم نے یہ بھی فرمایا کہ انیس کا ہندسہ تو یہودیوں کے ہاں بڑا مقدس سمجھا جاتا ہے اور ان کی ہر عبادت گاہ میں نمایاں طور پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔اگر ایسا ہی ہے تو یہ حسن اتفاق انہیں قرآن کی صداقت پر ایمان لانے کیلئے باعث ترغیب بن سکتا ہے۔مصری محقق کی تحقیق کے مطابق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o کے حروف کی تعداد اُنیس (19) کی خُدائی کلید کی مدد سے حروف مقطعات کے اسرار کھلتے چلے جاتے ہیں اور ایک ناقابل تردید شہادت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ قرآن کریم کا ایک ایک حرف ایک ایسے پیچیدہ اور مربوط نظام کے تحت رقم کیا گیا ہے جو انسانی دانش کے بس میں نہیں ہے۔اور عالمگیر آئین کی حامل اِس کتاب ہدایت میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی یا تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہی ہوسکے گی۔اللہ تعالیٰ نے چودہ سو برس قبل اس کتاب کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا تھا اس کی حقیقت آنکھوں سے ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔اب ہم جناب خلیفہ راشد کی تحقیق عام فہم الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

الہامی عدد کلید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o جس سے قرآنِ مجید کی سورۃ الفاتحہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ایک ایسی عظیم آیت ہے جس میں ہمارے رب کا برکتوں سے بھرپور ذاتی اسم اللہ آیا ہے۔اور ساتھ ہی ظاہری اور باطنی، دُنیوی اور اُخروی، عام اور خاص رحمتوں اور نعمتوں کی بارش برساتے ہوئے دو صفاتی نام الرحمٰن اور الرحیم بھی آئے ہیں۔نیکی اور بھلائی کے ہر کام کی ابتداء اِس مبارک آیت سے کی جاتی ہے اور اِسی کے توسل سے اللہ کی نصرت اور رحمت طلب کی جاتی ہے۔حروفِ مقطعات کے سربستہ راز کی مفتاح یعنی کنجی بننے کی سعادت بھی اللہ نے سورۃ الفاتحہ کی سب سے پہلی آیت کو عطا فرمائی۔حروف مقطعات کی تشریح سے ایک حیرت انگیز اور پیچیدہ نظام آپ کے سامنے آئے گا۔اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے حروف کی تعداد آپ خود گنیے۔آپ حروف کی تعداد اُنیس (19) پائیں گے۔اُنیس کا یہ عدد حروفِ مقطعات کے راز یعنی قرآنی کوڈ (Code) کو کھولنے والی چابی ہے۔اِسے آپ ''الہامی عددی کلید'' بھی کہہ سکتے ہیں جس سے حروف مقطعات کے اسرار کھلتے چلے جائیں گے۔اس سلسلے کا اولین انکشاف یہ ہے کہ جن سورتوں کی ابتداء میں حروفِ مقطعات آئے ہیں ان کے اندر اِن حروف کی تعداد اللہ تعالیٰ نے اس طرح رکھی ہے کہ وہ انیس (19) پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔اس نظام کی تفصیل دکھانے سے پیشتر ہم اس بابرکت آیت یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔کے اپنے الفاظ کو 19 کی الہامی عددی کلید کے ذریعے جانچتے ہیں۔

(1) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔پورے قرآن میں 114 مرتبہ آئی ہے اور یہ تعداد 19 پر تقسیم ہو جاتی ہے۔(6x19=114) یہ آیت مبارکہ سورۃ توبہ کے علاوہ قران کی ہر سورت کے شروع میں آئی ہے۔چونکہ قرآن کی سورتوں کی تعداد 114 ہے اِس طرح اس آیت کی تعداد 113 بنی چاہیئے تھی جو کہ 19 پر تقسیم نہ ہو سکتی۔سورۃ توبہ والی کمی کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النمل کی آیت نمبر 30 کے ذریعے پورا فرما دیا جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملکہ سبا کو خط لکھنے کا ذکر ہے اور قرآن کے متن میں یہ تحریر ہے۔**انہ من سلیمن وانہ بسم اللہ الرحمن**

الرحیم۔اس طرح یہ تعداد 114 ہوگئی۔

(2) اِس آیت مبارکہ میں چار الفاظ اِسم، اللہ، الرحمٰن اور الرحیم آئے ہیں اب ہم یہ دیکھیں گے کہ یہ الفاظ پورے قرآنِ کریم میں کتنی کتنی مرتبہ آئے ہیں اور ان کی تعداد کا اُنیس کے عدد کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

جدول نمبر 1

پورے قرآن میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے الفاظ کی تعداد

الفاظ	پورے قرآن میں تعداد	19 سے نسبت
اِسم	19	1x19
اللہ	2698	142x19
الرحمٰن	57	3x19
الرحیم	114	6x19

قرآن کریم میں 19 کا ذکر

اُنیس کا عدد چند خصوصیات کا حامل ہے۔ یہ عدد طاق ہے اور نا قابل تقسیم ہے یعنی کسی دوسرے ہندسے پر اِسے تقسیم نہیں کیا جاسکتا اس عدد میں سب سے پہلا ہندسہ ایک (1) اور سب سے آخری ہندسہ نو (9) دونوں موجود ہیں۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وحی الٰہی میں اس ہندسہ کی کیا اہمیت ہے۔ غارِ حرا میں جب نزول قرآن کی ابتدا ہوئی تو سب سے پہلی وحی میں سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات اُتاری گئیں۔ اِس لئے سورۃ العلق کی خصوصیات کے بارے میں جان لینا بھی مفید رہے گا۔

1۔ قرآن پاک میں اس صورت کا نمبر شمار ہے 96 ہے۔ قرآن کی آخری سورت الناس سے اگر گنتی کرتے ہوئے پیچھے آئیں تو یہ اُنیسویں سورت ہے۔

2۔ اس سورت کی سب سے پہلی آیت **اِقرا ء باسم ربك الذی خلق** o کے حروف کی تعداد بھی اُنیس ہے۔ پہلی وحی پانچ آیات پر مشتمل تھی جن کے الفاظ بھی اُنیس ہیں۔

3۔اس سورت کی آیات کی تعداد بھی اُنیس ہے۔

دوسری مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام سورت القلم کی چند آیات اور تیسری مرتبہ سورت المزمل کی ابتدائی ایات لے کر آئے۔چوتھی مرتبہ آنے والی وحی سورت المدثر کی پہلی تیس آیات پر مشتمل تھی۔سورت کے شروع ہی میں اس انسان کا ذکر ہے جسے اللہ نے مال اور اولاد کی نعمتوں سے نوازلیکن اس نے احسان شناسی کی بجائے کفر کی راہ اختیار کی اور اللہ کی آیات سے انکار کرتے ہوئے انہیں جادو کا نام دیا اور اپنی حقیر عقل کے اندازوں سے قرآن کو انسان کا کام قرار دیا۔

چنانچہ آیات 18 تا 25 میں ارشاد ہوا۔

انہ فکر وقدرo فقتل کیف قدرo ثم قتل کیف قدرo ثم نظرہ ثم عبس و بسر o ثم ادبر واستکبر oفقال ان ھذا الا سحر یوثر o ان ھذا الا قول البشرo

''اِس نے فکر کیا اور دل میں ٹھہرایا۔یہ مارا جائے اس نے کیسا ٹھہرایا۔پھر یہ مارا جائے اس نے کیسا ٹھہرایا۔پھر تامل کیا۔پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑلیا۔پھر پیٹھ پھیر کر چلا اور غرور کیا۔پھر بولا یہ تو جادو ہے جو اگلوں سے چلا آتا ہے۔یہ کچھ نہیں مگر بشر کا قول ہے''۔

اگلی پانچ آیات یعنی 26 تا 30 میں اللہ تعالیٰ نے ایسے بد بخت انسان کے انجام سے آگاہ فرمایا ہے۔''ہم عنقریب اس کو سقر میں داخل کریں گے۔اور تم کیا سمجھتے ہو کہ سقر کیا ہے۔نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔بدن کو جھلسا کر سیاہ کر دے گی۔اُس پر مقرر ہیں اُنیس (19)''۔

(**علیھا تسعۃ عشرہ**) گویا چوتھی وحی کا آخری لفظ اُنیس تھا۔اللہ علیم وخبیر نے ''19'' کے ہندسے کا ذکر کرنے کے بعد جو اگلی آیت نازل فرمائی وہ 19 حروف پر مشتمل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی تھی جو کہ سورۃ الفاتحہ کے شروع میں دی گئی تھی اور یہ پہلی مکمل سورت تھی جو ایک ہی وحی میں نازل ہوئی۔وحی کے نزول کی اس ترتیب سے یہ دلیل مزید وزنی معلوم ہوتی ہے کہ سورۃ مدثر میں آنے والے 19 کے عدد اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے 19 حروف کے درمیان ایک خفیہ تعلق موجود ہے۔اس کے علاوہ اگر ہم سورۃ مدثر کی اگلی آیت جو کہ اس سورۃ کی زیادہ تر تین تین اور چار چار الفاظ پر مشتمل چھوٹی چھوٹی آیات کے بیچ میں 57 الفاظ پر مشتمل نمایاں طور پر طویل ترین

آیت کاغور سے مطالعہ کریں تو 19 کے ہند سے کی اہمیت واضح ہو جائے گی۔

وما جعلنا اصحب النار الا ملئکۃ وما جعلنا عدتھم الا فتنۃ للذین کفروا لیستقین الذین اُوتو الکتب ویزداد الذین امنوا ایمانا ولا یرتاب الذین اوتو الکتب والمومنون۔ ولیقول الذین فی قلوبھم مرض والکفرون ماذا اراد اللّٰہ بھذا مثلاً کذلک یضل اللّٰہ من یشاءُ وما یعلم جنود ربك الا ھو وما ھی الا ذکری للبشر ○(المدثر۔31)

ترجمہ:۔"ہم نے دوزخ کے داروغہ فرشتے ہی بنائے ہیں اور نہیں بنائی ہم نے تعداد اُنکی مگر اس لئے کہ یہ عدد (19)۔

1۔ کفار کیلئے آزمائش بن جائے۔

2۔ اس لئے کہ اہل کتاب یقین کرلیں۔

3۔ اور مومنوں کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔

4۔ اور اہل کتاب اور مومنین کوئی دھوکہ نہ کھائیں۔

5۔ اور اس لئے کہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے اور جو کافر ہیں کہہ اُٹھیں کہ اس مثال کے بیان کرنے سے اللہ کا مقصد کیا ہے۔ یوں اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ تو بشر کیلئے سامانِ نصیحت ہے"۔

اِس آیت کریمہ کے شروع میں جہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ ہم نے دوزخ کے داروغے فرشتے ہی مقرر کئے ہیں وہاں آخری حصہ میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کے لشکروں کی تعداد کو اُس کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔ اور اُنیس کی جو گنتی ہم نے بیان کی ہے اس کے چند خصوصی مقاصد ہیں جو یہ ہیں:۔

الف۔ جو لوگ اللہ کی اُتاری ہوئی اس بے مثل کتاب کو اپنی کج فہمی کے باعث بشر کا کلام کہتے ہیں ان کیلئے یہ عدد ایک امتحان اور آزمائش بن جائے اور اس عدد سے منسلک نظام انہیں ہلا

کر رکھ دے۔

ب۔ اہل کتاب کو جن کے ضمیر تو قرآن کریم کی صداقت کے قائل ہیں قطعی یقین آ جائے کہ ان کی اپنی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور گذشتہ تمام انبیاء کے ٹھیک ٹھیک حالات بیان کرنے والی کتاب حقیقتاً منزل من اللہ ہے۔

ج۔ اہل ایمان جو اللہ کی توفیق سے اس کے آخری رسول ﷺ اور اُنؐ پر نازل کی گئی اس کی آخری کتاب پر ایمان رکھتے ہیں ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہو۔

د۔ اہل ایمان اور اہل کتاب کے دلوں میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے اور کوئی شیطانی وسوسہ اور لایعنی تاویل اُنہیں دھوکہ نہ دے سکے۔

ہ۔ منافقین اور کفار اس حقیقت کے خلاف بے اصل دلیلیں اور فضول قسم کے اعتراضات لانے کی وجہ سے صاف ظاہر ہو جائیں۔

و۔ اس امر کے اظہار سے اللہ جنہیں چاہے گا گمراہ کر دیگا اور جنہیں چاہے گا ہدایت دے گا۔

ر۔ اللہ کے فرشتوں کے لشکروں کی تعداد اس کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن انیس کی تعداد جو بیان کی گئی ہے یہ تو لوگوں کیلئے نصیحت کا سامان ہے تا کہ اسے بشر کا کلام کہنے والا بشر یہ جان لے کہ ایسی کتاب لکھنا بشر کے بس میں نہیں ہے۔

یہ بات تو اچھی طرح واضح ہوگئی ہے کہ سورت مدثر میں اُنیس کا بیان ان لوگوں کے ضمن میں آیا ہے جو قرآن کو انسان کی تخلیق سمجھتے ہیں۔ آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے 19 حروف حیرت انگیز طریقے سے مندرجہ بالا تمام مقاصد پورے کر کے ناقابل تردید شہادت پیش کرتے ہیں کہ یہ کلام کسی بشر کا ہو ہی نہیں سکتا۔

﴿ شیطانی وسوسہ سے پناہ مانگیئے ﴾

انسان جب بھی اللہ کی راہ پر چلنا اور اسکی ہدایت یعنی قرآن کی طرف رجوع کرنے لگتا ہے۔ تو شیطان فوراً اس کی راہ میں حائل ہونے کیلئے وسوسہ ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی لئے قرآن کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر حکم فرمایا ہے۔ **فاذا قرأت القران فاستعذ**

باللہ من الشیطن الرجیم o (النحل۔98) "جب بھی آپ قران پڑھنے لگیں تو شیطان مردود کے خلاف اللہ کی پناہ پکڑا کریں"۔

کیونکہ اب ہم قرآن کی صداقت اور منزل من اللہ کے ثبوت میں 19 کے ہندسہ اور قرآن میں لکھے گئے حروف کی تعداد کے درمیان واقع ہونے والے معجزاتی تعلق کا بیان کرنے لگے ہیں اس لئے یہ یقینی بات ہے کہ شیطان اپنے کام سے ہرگز غفلت نہیں برتے گا اور قارئین کے دل میں یہ خیال ضرور پھونکے گا کہ ہوسکتا ہے الفاظ اور حروف کی جو تعداد تحریر کی جارہی ہے درست نہ ہو۔اِس لئے سب سے پہلے تو آپ کی آگاہی کیلئے یہ گذارش ہے کہ قرآن کے حروف کی گنتی اور انہیں منضبط کرنے کا کٹھن کام ہم سے پہلی نسلوں کے محققین کئی مرتبہ کر چکے ہیں۔انہی میں سے دارالشعب، قاھرہ، المصر کی شائع کردہ معروف کتاب "**المعجم المفھراس لالفاظ القرآنه الکریم** " ہے جسے محمد فواد عبدالباقی نے مرتب کیا۔اس میں قرآن کریم کے حروف کی فہرستیں مرتب کی گئی ہیں۔اِن کتابوں کے علاوہ آپ میں سے ہر کوئی خواہ وہ عربی جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ذاتی طور پر خود مشاہدہ کر کے تصدیق کرسکتا ہے کہ قرآن کی سب سے پہلی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں حروف کی تعداد 19 ہے۔اس میں تو کسی وہم و خیال، اندازے یا تاویل کا کوئی دخل نہیں۔ اِسی طرح عربی نہ جاننے کے باوجود کوئی بھی شخص ا،ل،م،ص،ن،ق یا کسی بھی دوسرے حرف کو اچھی طرح پہچان سکتا ہے۔ بلکہ بہتر یہی ہے کہ خود گنتی کر کے تعداد کی تصدیق کر سکتا ہے۔ بلکہ بہتر یہی ہے کہ خود گنتی کی جائے تاکہ وہم و قیاس کا وسوسہ کامل طور پر ختم ہو جائے۔ پھر بھی ہمیں چاہیے کہ شیطان مردود کے وسوسوں اور مکر و فریب سے بچنے کیلئے اللہ کی پناہ طلب کریں۔ **فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم**o

﴿ممکنہ اعتراضات﴾

سب سے پہلا اعتراض تو یہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ محض اتفاق ہے کہ آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اس آیت میں آنے والے الفاظ یعنی "اسم، اللہ، الرحمٰن اور رحیم" قرآنِ کریم میں اتنی ہی مرتبہ آ گئے کہ وہ اس کے حروف کی تعداد یعنی 19 پر پورے پورے تقسیم ہو سکتے ہیں۔اتفاق کے امکان کا جائزہ ہم ایک مثال سے لینے کی کوشش کرتے ہیں۔آپ دس دس پیسے والے دس سکے لے کر

ان پر پنسل یا مارکر سے ایک سے دس تک نمبر لکھ دیں۔انہیں اچھی طرح ملا کر اپنی جیب میں ڈال لیں۔اب آپ اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی سا ایک سکہ نکال لیں۔یہ سکہ نمبر ایک سے لے کر نمبر دس تک کوئی بھی ہوسکتا ہے۔اگر آپ یہ چاہیں کہ پہلی مرتبہ نکلنے والا سکہ نمبر ایک ہوتو یہ محض اتفاق ہوگا۔جس کے واقع ہونے کا امکان دس میں سے ایک ہے۔پھر آپ اگر یہ چاہیں کہ سب سے پہلے نمبر ایک اور اس کے فوراً بعد نمبر دو سکہ بھی برآمد ہوتو اِس قسم کے اتفاق کا امکان تو ہے لیکن سو میں سے ایک ہوگا۔علیٰ ھذا القیاس اگر آپ چاہیں کہ سارے سکے ترتیب وار ہی نکلتے چلے آئیں تو پانچویں نمبر تک اتفاق کے وقوع پذیر ہونے کا امکان لاکھ میں ایک رہ جائے گا اور دسویں نمبر تک اربوں میں ایک رہ جائے گا۔اس سے معلوم ہوا کہ اتفاق عمل دخل ایک یا دو مرتبہ تو ہوسکتا ہے لیکن اس سے زیادہ مرتبہ محال اور مزید آگے قطعی ناممکن ہو جاتا ہے۔یہاں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے چاروں الفاظ کا قرآن کریم میں اتنی ہی مرتبہ آنا کہ تعداد اُنیس پر تقسیم ہو جائے۔ (جدول نمبر 1) اتفاق کے امکان کو رد کر دینے کیلئے کافی ہے۔پھر بھی مزید تشفی کیلئے کوئی سی بھی انسانی تصنیف اُٹھائیں خواہ وہ اللہ کی کتاب حجم میں کم ہی کیوں نہ ہو۔اب آپ اس کتاب کے سب سے پہلے جملے کے حروف کی تعداد گن لیجئے۔اب اس جملے میں استعمال ہونے والے پہلے لفظ کی تعداد اس ساری کتاب میں شمار کیجئے اور دیکھئے کہ کیا یہ تعداد حروف کی تعداد پر تقسیم ہو جاتی ہے؟ ہوسکتا ہے کہ اتفاق سے ایسا ہو جائے لیکن مذکورہ جملے کے دوسرے لفظ کی تعداد کا بھی اِسی طرح تقسیم ہو جانا یقیناً محال ہے اور ان سے اگلے الفاظ کی تعداد کا تقسیم ہو جانا تو ناممکنات میں سے ہے۔

دوسرا اعتراض جو غیر مسلم حضرات کر سکتے ہیں یہ ہوگا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے بذات خود قرآن مجید کو اس انداز سے تصنیف کیا ہوگا۔سب سے پہلے تو یہ سوچئے کہ کیا چھٹی صدی میں علم الحساب ترقی کی اس سطح پر پہنچ چکا ہے کہ اس کی مدد سے اس قسم کا پر پیچ نظام تخلیق کیا جاسکتا؟ پھر اس زمانے میں پیدا ہونے والے ایک انسان کے بارے میں جس نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ بھی تو نہ کیا ہو اس طرح کا مفروضہ قائم کرنا انتہائی مضحکہ خیز اور غیر منطقی ہے کہ اس نے شروع ہی سے اپنے ذہن میں یہ طے کرلیا کہ ایک ایسی کتاب لکھوں گا جس کے پہلے جملہ کے حروف کی

تعداد اُنیس ہوگی اوراس جملہ کے الفاظ پوری کتاب میں اتنی تعداد میں آئیں گے کہ اُنیس پر تقسیم ہو جائیں۔اس کتاب کے بعض ابواب کے شروع میں کچھ حروف (حروف مقطعات) لکھونگا اور ابواب کے اندر اُن حروف کی تعداد اتنی رکھونگا جو اُنیس پر تقسیم ہو جائے۔چنانچہ 23 برس کے عرصہ میں اس نے اس دقیق حسابی نظام کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کتاب اس مہارت سے مرتب کر ڈالی نہ تو الفاظ وحروف کی تعداد میں کہیں کوئی غلطی ہونے دی اور نہ ہی کتاب کی فصاحت و بلاغت میں کوئی فرق آنے دیا۔

اس کے باوجود بھی اگر کسی ضد کے پکے کو یہی اصرار ہو کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن مجید کو خود ہی اس انداز سے تحریر کرلیا ہوگا تو اس سے یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ اگر حضور ﷺ یہ کتاب اس نرالے اور اچھوتے انداز میں خود ہی تحریر فرمائی تو پھر اس قابل صد فخر کارنامہ انجام دینے کا انعام کیوں حاصل نہ کیا؟ انہوں نے اس شاہکار تصنیف کے اندر چھپائے گئے راز اور اس کی نزاکتوں کو فاش کر کے اپنی قوم سے داد وصول کیوں نہ کی؟ جبکہ تاریخ میں اس قسم کے حیرت انگیز اور دقیق حسابی نظام کی حامل کسی دوسری تصنیف کی مثال ہی نہیں ملتی۔انہوں نے شعروادب کی دالدادہ اپنی قوم پر اس انوکھی تحریر کے اسرار بیان کر کے اپنے تفوق کا اظہار کیوں نہ کیا؟ ان سوالوں کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا جاسکتا۔

عظیم و برتر خدا کا نظام

اس کی ایک ہی توجیح ہے جو اس حقیقت پر مبنی ہے کہ یہ سارا نظام اُس علیم وخبیر ذات کا اپنا ترتیب دیا ہوا ہے۔اور قرآنِ مجید فرقانِ حمید اللہ عالم الغیب کی طرف سے نازل کردہ ہے۔جب تک اِس ذات کریم نے چاہا یہ حسابی نظام اسراریت کے پردوں میں چھپا رہا اور 1400 سال بعد اس نے جب اس راز کو ظاہر کرنا چاہا تو پردہ اُٹھا دیا تا کہ اُس کے آخری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دائمی معجزہ تمام دنیا کے انسانوں کے سامنے نئے انداز سے ظاہر ہو جائے۔اور یہ ابدی حقیقت ثابت ہوجائے کہ یہ کتاب اللہ کا کلام ہے اور بغیر کسی کمی وبیشی اور تنسیخ وترمیم کے اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے۔قرآن کریم جیسی ضخیم کو ایک ایک حرف کی گنتی اور انکی تعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے ترتیب دینے کا انتہائی نازک کام اللہ کی ذات کے سوا اور کون انجام دے سکتا تھا۔

یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ حروفِ مقطعات تو سورتوں کے آغاز ہی میں نازل کر دئے جاتے تھے اور بعد میں تھوڑی تھوڑی آیات اُترتی رہتی تھیں۔ اور اللہ کے حکم کے مطابق مختلف سورتوں میں ڈال دی جاتی تھیں۔ اللہ لطیف وخبیر کے سوا اور کون جان سکتا تھا کہ حروفِ مقطعات والی سورت جو پوری ہو جائے گی تو اس میں ان خاص حروف کی تعداد ٹھیک اتنی ہی ہو گی جو اُنیس پر تقسیم ہو جائے۔ سورۃ **قٓ** اور سورۃ **الشوریٰ** جن کا طوالت کے لحاظ آپس میں اڑھائی گنا سے زیادہ فرق ہے اِن میں حرف قاف (ق) کی تعداد برابر برابر رکھنے کا بندوبست اللہ ہی کر سکتا تھا۔

حروف، سیٹ اور سورتیں

حروفِ مقطعات کے نظام میں مندرجہ ذیل حقائق بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

1۔ عربی زبان کے 28 حروف ابجد میں سے صرف 14 حروف مقطعات کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ وہ حروف یہ ہیں: ۔ا، ح، ر، س، ص، ط، ع، ق، ک، ل، م، ن، ہ، ی۔

2۔ اِن حروف سے بننے والے سیٹ جو مختلف سورتوں کے شروع میں آئے ہیں ان کی تعداد بھی 14 ہے اور وہ یہ ہیں: ۔ق، ن، ص، طہٰ، یٰسین، طٰس، حٰم، الم، الر، طٰسم، عسق، المر، المص، کھیعص۔

3۔ جن سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات آئے ہیں ان کی تعداد 29 ہے۔ اُنکا شمار یوں ہے: ۔

20,19, 15,14,13,12,11,10 ,7, 3,2

38 , 36 , 32 , 31 , 30 , 29 , 28 , 27 , 26

68 , 50 , 46,45,44,43,42,41,40

مندرجہ بالا تینوں پہلوؤں کا 19 کی عددی کلید کے ساتھ بھی ایک تعلق موجود ہے۔ کیونکہ جب ہم اس نظام میں استعمال ہونے والے حروف، حروف کے سیٹوں کی تعداد اور سورتوں کی تعداد کو جمع کرتے ہیں تو (14+14+29) تو 57 کا عدد حاصل ہوتا ہے جو کہ 19 پر تقسیم ہو جاتا ہے۔ (3x19=57)

اگر ہم سورتوں کی ترتیب اور تسلسل کے لحاظ سے ان کے سیٹ بنائیں تو خط کشیدہ سورتوں کے

دس سیٹ بن جائیں گے۔اب اگر ہم حروف کی تعداد حروف کے سیٹوں کی تعداد اور سورتوں کے سیٹوں کی تعداد کو جمع کریں تو ان کا حاصل جمع (10+14+14) 38 ہوگا اور یہ عدد بھی 19 پر تقسیم ہوجاتا ہے۔(2x19=38)

﴾اہم اصول کی وضاحت﴿

حروف مقطعات والی کئی سورتوں کے شروع میں صرف ایک حرف آیا ہے کئی میں دو اور اکثر کے شروع میں دو سے زیادہ حروف آئے ہیں۔کئی سیٹ صرف ایک ہی مرتبہ استعمال ہوئے ہیں اور کئی بار بار استعمال ہوئے ہیں۔اس نوع کی تبدیلی کے ساتھ سورتوں میں حروف کی تعداد کا مجموعہ بنانے کا طریقہ بھی بدلتا جائے گا جس کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔

1۔ جب اکیلا حرف صرف ایک ہی سورت کے شروع میں آئے گا تو اس سورت کے اندر اس مخصوص حرف کی تعداد لازمی طور پر اتنی ہی ہوگی جو 19 پر تقسیم ہوسکے۔جیسا کہ حرف قاف (ق) اور نون (ن) کے بارے میں آپ ملاحظہ کریں گے۔لیکن اگر وہی حرف کسی دوسری سورت کے شروع میں بھی آیا ہو پھر صرف ایک سورت کا مجموعہ 19 پر تقسیم نہ ہوگا بلکہ ان ساری سورتوں میں اس حرف کا مجموعہ 19 پر تقسیم ہوگا۔اس کی مثال آپ حرف صاد (ص) کے ضمن میں دیکھیں گے۔

2۔ اسی طرح دو حروف والے مقطعات جو صرف ایک ہی سورت کے شروع میں آئے ہیں اُن کا اُفقی مجموعہ اُس سورت کے اندر بھی 19 پر تقسیم ہوگا جیسے سورہ طہٰ میں طا (ط) اور ہا (ہ) کا مجموعہ اور سورہ یٰسین میں یا (ی) اور سین (س) کا اُفقی مجموعہ لازمی طور پر 19 پر تقسیم ہوگا۔لیکن حٰم چونکہ سات سورتوں کے شروع میں آیا ہے اس لئے فرداً فرداً ہر سورت میں حا (ح) اور میم (م) کی تعداد 19 پر تقسیم نہیں ہوگی بلکہ ساتوں سورتوں میں حا اور میم کا عمودی مجموعہ 19 پر تقسیم ہوگا۔اس کا مشاہدہ آپ جدول نمبر۔۔۔میں فرمائیں گے۔

3۔ یہی اصول دو سے زیادہ حروف والے مقطعات پر بھی منضبط ہوگا۔آپ جدول نمبر۔۔۔۔میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ **المص** سورۃ الاعراف کے سوا کسی دوسری سورت کے شروع میں نہیں آیا اس لئے اس سورت کے اندر ا،ل،م اور ص کی تعداد

(2572+1523+1165+98=5358) کا مجموعہ 5358 بنتا ہے اور یہ رقم 19 پر تقسیم ہوجاتی ہے ۔(282 x 19 = 5358)

اِسی طرح المر چونکہ صرف سورت الرعد کے شروع میں آیا ہے اس لئے اِن حروف کی تعداد کا مجموعہ اس سورت میں 1501 بنتا ہے جو 19 پر تقسیم ہو جاتا ہے۔ (79x19 = 1501)

4۔ جو حروف مقطعات ایک سے زیادہ سورتوں کے شروع میں استعمال ہوئے ہیں جب اُن ساری سورتوں میں آنے والے حروف کا عمودی مجموعہ کیا جائے تو ہر ہر حرف کا مجموعہ 19 پر تقسیم ہو جائے گا۔ ملاحظہ فرمایئے جدول نمبر ۔۔۔۔۔

﴿دو حیرت انگیز مثالیں﴾

حروفِ مقطعات کی تعداد کو پوری سورت کے اندر 19 پر قابل تقسیم رکھنے کیلئے قرآن کریم میں دو ایسی مثالیں ہیں جن پر غور کرنے سے ایک مومن کا ایمان مزید مستحکم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم کتاب کا ایک ایک حرف گنا چُنا اور نپا تُلا ہے اور اللہ کی یہ آخری کتاب ہر قسم کی تحریف سے محفوظ اور ترمیم سے پاک ہے۔

پہلی مثال :۔

پہلی مثال سورق میں آیت نمبر 13 کی ہے ۔اِس آیت کے الفاظ یہ ہیں۔**وعـــاد و فرعون واخوان لوط**o ''اس سے پہلے جھٹلایا عاد نے اور فرعون نے ایک برادرانِ لوط نے'' آیت کا لفظ'' **اِخــوان لـوط** '' مخصوصی اہمیت کا حامل ہے۔قرآن کریم میں حضرت لُوط علیہ السلام کے لوگوں کا ذکر بارہ مرتبہ آیا ہے اور ہر جگہ انہیں قوم لُوط کہا گیا ہے ۔صرف اس آیت میں انہیں اخوانِ لُوط کہا گیا ہے ۔اِس استثناء کی آخر کوئی خاص وجہ تو ضرور ہوگی ۔

اِس امر پر جب ہم حروفِ مقطعات کے پس منظر میں غور کرتے ہیں تو اس کی خاص الخاص اور ایمان افروز وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ اگر اس سورت کی آیت نمبر 13 میں قوم لُوط آ جاتا ہے تو حرف قاف (ق) سے شروع ہونے والی اس سورت میں قاف کی موجودہ میزان جو کہ 57 ہے اور اُنیس پر تقسیم ہو جاتی ہے تبدیل ہو کر 58 ہو جاتی اور 19 کے ہندسے والی الہامی عددی کلید کا نظام اس پر منطبق نہ ہو سکتا۔

دوسری مثال:۔

دوسری مثال اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔اس سے جہاں الہامی عددی کلید کے نظام کی تصدیق ہوتی ہے وہاں سورت الاعراف کی آیت نمبر 69 میں آنے والے ایک مخصوص لفظ ''**بصطة**'' کی عقدہ کشائی بھی ہوجاتی ہے۔اِس لفظ کے معنی ہیں۔''   ''۔

لیکن یہ لفظ یہاں ''ص'' کے ساتھ لکھا گیا ہے حالانکہ عربی لُغت میں ''بصط'' کا مادہ یعنی مصدر ہی موجود نہیں ہے۔اصل لفظ ''بسط'' سے ''**بسطة**'' ہے۔چنانچہ اُردو میں بھی لفظ بسیط استعمال ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کے متن میں جب **بصطة** لکھا جاتا ہے تو اِس کے اوپر ایک سین (س) ضرور رہوا ہوتا ہے۔جو یہ ظاہر کرنے کیلئے ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس لفظ کو صاد (ص) سے لکھا گیا ہے لیکن حقیقت میں یہ سین (س) ہے۔اِس قسم کی تحریر کو علماء **توقیفیہ** کہتے ہیں۔یعنی جبرائیل علیہ السلام جب یہ آیت لے کر آئے تو انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ہدایت کر دی کہ اپنے کاتبانِ وحی کو فرمادیں کہ اس لفظ کو سین (س) کی بجائے صاد (ص) سے لکھنا ہے۔

اِس خاص حکم کی وضاحت اور صحیح لفظ کی بجائے غیر مستعمل لفظ ڈالنے کی کوئی تشریح نہیں کی گئی تھی۔لیکن حروف مقطعات کا رازکھل جانے سے یہ معمہ بھی حل ہو گیا ہے۔اگر یہ لفظ اپنی صحیح صورت میں **بسطة** لکھا جاتا تو صاد (ص) کی تعداد جو کہ اس وقت 152 (8x19) ہے کم ہوکر 151 رہ جاتی جو اُنیس پر تقسیم نہیں ہوسکتی تھی۔اس طرح 19 کے الہامی عددی کلید سے ظاہر ہونے والی معجزاتی شہادت ناکام ہوجاتی۔اللہ علیم وخبیر نے اپنی حکمت کاملہ سے الفاظ و حروف کے اس نظام کو اس طرح مربوط ومنظم فرمایا کہ جب یہ رازکھل کر سامنے آئے تو کسی سلیم الطبع انسان کیلئے اس حقیقت کو ماننے بغیر کوئی چارہ باقی نہ رہے کہ یہ کتاب حقیقتاً اللہ کی نازل کی ہوئی ہے اور ہر قسم کی کمی بیشی، کانٹ چھانٹ، تبدیلی اور تحریف سے قطعی محفوظ ہے۔

﴿منفرد حروف مقطعات﴾

قرآن مجید فرقان حمید کی چند سورتیں ایسی ہیں جن کے شروع میں صرف ایک ہی حرف آیا ہے۔منفرد یا اکیلے استعمال ہونے والے حروف قاف (ق)، نُون (ن) اور صاد (ص) ہیں۔

ق:۔ حروف مقطعات میں سے سب سے پہلے حرف قاف (ق) کے اسرار سے پردہ اُٹھایا جاتا ہے۔ حرفِ قاف جس سے لفظ قرآن بنتا ہے۔ یہ حرف صرف دو سورتوں کے آغاز میں آیا ہے۔

(1) سورت **قٓ**:۔ جو اسی حرف قٓ سے شروع ہوتی ہے۔

(2) سورت الشوریٰ:۔ جو **حمٓ۔ عسق** سے شروع ہوتی ہے۔

اب ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ خود اِن دونوں سورتوں میں حرف "ق" کی گنتی کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ:۔

سورت قٓ میں حرف قاف کی تعداد 57 ہے جو 19 پر تقسیم ہو جاتا ہے۔(3x19=57)

سورت الشوریٰ میں بھی حرف قاف کی تعداد 57 ہے جو 19 پر تقسیم ہو جاتا ہے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ سورت الشوریٰ طوالت میں سورت قٓ سے تقریباً اڑھائی گنا بڑی ہے۔ اس کے باوجود بھی دونوں سورتوں میں حرف قاف کی تعداد برابر ہے۔ حرف قاف بس اِن دو سورتوں کے آغاز میں آیا ہے۔ اگر ہم حرف قاف کو لفظ قرآن کی علامت یا اختصار تصور کریں تو ان دونوں سورتوں کی تعداد کا تعین کر دیتا ہے۔ یعنی یہ قرآن کے اندر سے ظاہر ہونے والی ایک معجزاتی شہادت ہے کہ قرآن حکیم کی کل سورتیں 114 ہی ہیں اور یہ مکمل قرآن اپنی اصل صورت میں قائم ہے۔ سورت قٓ کی پہلی آیت **قٓ والقراٰن المجید** o بھی اِسی طرف اشارہ کرتی معلوم ہوتی ہے کہ قٓ سے مراد قرآنِ مجید ہی ہے۔ **واللہ اعلم۔**

ن:۔ حرف نون صرف سورت القلم کے آغاز میں اکیلا ہی آیا ہے۔ اگر آپ اس سورت میں حرف نُون (ن) کا شمار کریں تو آپ اِسے 133 مرتبہ لکھا ہوا پائیں گے۔ یہ عدد بھی اُنیس پر تقسیم ہو جاتا ہے۔ (7x19 = 133)

ص:۔ یہ صرف تین سورتوں کے آغاز میں آیا ہے اور میں حرف صاد (ص) کی تعداد اِس طرح ہے۔

1۔ الاعراف (7)= **المٓصٓ** سے شروع ہوتی ہے اور اس میں حرف صاد (ص) کی تعداد 98 ہے۔

2۔ المریم (19)= **کھیعص** سے شروع ہوتی ہے اور اس میں حرف صاد (ص) کی تعداد 26 ہے

3۔ ص (38)= **صٓ** سے شروع ہوتی ہے اور اس میں حرف صاد (ص) کی تعداد 28 ہے۔

اِن تینوں سورتوں میں آنے والے صاد کی تعداد کو جمع کر کے دیکھیں (28+26+98) تو حاصل جمع 152 آئے گا جو 19 پر تقسیم ہو جاتا ہے۔ (8x19=152)

مشترک حروف والی سات سورتیں

جدول نمبر 2 میں دی گئی سات سورتوں میں چند مشترک حروف مقطعات آئے ہیں۔ اِن میں اِستعمال ہونے والے حروف مقطعات کے عمودی اور اُفقی مجموعے غور سے دیکھئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد ثناء کیجئے جس نے اپنے پاک کلام میں ایسا دقیق حسابی نظام سمو رکھا ہے۔ جو حروفِ مقطعات صرف ایک ہی سورت کے شروع میں آئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں اور انکا اُفقی مجموعہ بھی 19 پر تقسیم ہو گیا ہے۔ جدول میں ان سورتوں کے سامنے یہ ☆ نشان بنا دیا گیا ہے۔

کھیعص صرف سورت مریم کے شروع میں آئے ہیں ان کا اُفقی مجموعہ 42x19=798

طٰہٰ صرف سورت **طٰہٰ** کے شروع میں آئے ہیں ان کا اُفقی مجموعہ 18x19=342

یٰس صرف سورت **یٰس** کے شروع میں آئے ہیں ان کا اُفقی مجموعہ 15x19=285

اِس جدول کے سب سے نیچے والے خانے میں عمودی میزان ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ مشترک حروف مقطعات جو ایک سے زیادہ سورتوں کے شروع میں آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے کتنے عجیب طریقے سے مرکب حروف مقطعات کے جو حاصل جمع ملتے ہیں وہ بھی 19 پر تقسیم ہو جاتے ہیں۔ تفصیل اِس طرح ہے۔

طٰہٰ کا عمودی مجموعہ یعنی ط+ہ = 482 +107 = 589 = 31x19

یٰسٓ کا عمودی مجموعہ یعنی ی+س = 387 +582 = 969 = 51x19

طٰس کا عمودی مجموعہ یعنی ط+س = 387 + 107 = 494 = 26x19

طٰسم کا عمودی مجموعہ یعنی ط+س+م =950+387+107=144= 76x19

جدول نمبر 2

حم والی سات سورتیں

حروف مقطعات میں سے حم سات سورتوں کے شروع میں آیا ہے یہ سورتیں نمبر 40 سے لیکر نمبر 46 تک مسلسل ہیں۔اس کی تفصیل جدول نمبر 3 میں ملاحظہ فرمائیں۔ان سورتوں میں سورۃ الشوریٰ میں حم کے ساتھ عسق بھی آیا ہے جو اور کسی سورت میں نہیں آیا۔اس لئے اس سورت کے ساتھ (☆) کا خاص نشان لگا دیا گیا ہے اور اس میں آنے والے حروف کا اُفقی مجموعہ بھی 19 پر تقسیم ہو جاتا ہے۔

ح+م+ع+س+ق = 57+53+99+308+53

= 570 = 30 x 19

باقی سورتوں میں 19 پر تقسیم ہونے کا اطلاع عمودی مجموعوں پر اس طرح ہوگا۔

ساتوں سورتوں میں حرف حا(ح) کا مجموعہ = 304 = 16 x 19

ساتوں سورتوں میں حرف میم (م) کا مجموعہ = 1862 = 98 x 19

اِسی طرح **حم** یعنی ح+م کا مجموعہ = 304 + 1862 = 2166 = 114x19

اِسی طرح **عسق** یعنی ع+س+ق کا مجموعہ =99+53+57=209=21x19

جدول نمبر 3

تیرہ سورتوں کا باہمی تعلق

جدول نمبر 4 میں تیرہ سورتیں درج ہیں۔ اِن میں پانچ حروف مقطعات

(ا،ل،م،ر،ص) مرکب شکل میں چار سیٹوں کی شکل میں استعمال ہوئے ہیں۔ وہ چار سیٹ **الم**، **الر**، **المص**، اور **المر** ہیں۔ اس جدول میں چند خاص امور جو تشریح طلب ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1۔ **المص** صرف سورت الاعراف کے شروع میں آئے ہیں اس لئے انکا اُفقی مجموعہ 5358 ۔انیس پر تقسیم ہوجاتا ہے۔(282 x 19 = 5358)

2۔ **المر** بھی صرف الرعد میں آیا ہے اس لئے اس کا مجموعہ بھی 19 پر تقسیم ہوجاتا ہے۔

(79 x 19 = 1501)

3۔ تیرہ سورتوں میں الف(ا) کی کل تعداد 17499 بنتی ہے جو کہ 921x19 =

تیرہ سورتوں میں لام(ل) کی کل تعداد 11780 بنتی ہے جو کہ 620x19 =

تیرہ سورتوں میں میم(م) کی کل تعداد 5871 بنتی ہے جو کہ 309x19 =

تیرہ سورتوں میں را(ر) کی کل تعداد 1235 بنتی ہے جو کہ 65x19 =

4۔ حرف صاد(ص) اس جدول میں صرف سورت الاعراف میں آیا ہے اور اس کی تعداد 98 ہے۔اس کے علاوہ یہ حرف سورت **کھیعص** میں 26 مرتبہ اور سورت **ص** میں 28 مرتبہ آیا ہے۔لہٰذا تینوں سورتوں میں آنے والے حروف صاد کا مجموعہ بنانا ہوگا جو کہ 98+26+8 کا مجموعہ 152 بنتا ہے جو کہ انیس پر تقسیم ہوجاتا ہے۔(8x19=152)

5۔ اس جدول میں ایک خاص بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ سب سے بائیں والے خانے میں **الم** اور **الر** کے حروف کے اُفقی مجموعے علیحدہ علیحدہ دئے گئے ہیں۔اِن سے جو نتائج حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(ا) **الم**۔ یہ آٹھ سورتوں میں آئے ہیں۔اِن کے اُفقی مجموعوں کو جمع کرنے سے حاصل ہوا۔1404 x 19 = 26676۔

(ب)۔ **الر** پانچ سورتوں میں کامل شکل میں آیا ہے۔انکے مجموعے میں سورت الرعد کی را(ر) کی تعداد بھی ملائی ہوگی کیونکہ اس سورت کے حروف مقطعات **المر** سے (ا،ل،م) کا مجموعہ تو **الم** والے گروہ میں شامل ہوگا اور را(ر) کا مجموعہ **الر** والے گروہ میں شمار کیا جائے گا۔ اس طرح **الر** کے مجموعوں کو جمع کرنے سے 9709 حاصل ہوگا جو کہ انیس پر تقسیم ہوجاتا ہے۔

(511 x 19 = 9709)

جدول نمبر 4

ستائیں سورتیں ایک نظر میں

سارے قرآن کریم میں 29 سورتیں حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔ جدول نمبر 5 میں 27 سورتوں کو یکجا کر کے اِن میں آنے والے حروف کی تعداد اور ان کا 19 کے ہندسے کے ساتھ تعلق ظاہر کیا گیا ہے۔ جو دو سورتیں اس جدول میں شامل نہیں کی گئیں وہ حرف قاف سے شروع ہونے والی سورت ق اور حرف نُون (ن) سے شروع ہونے والی سورت القلم ہیں۔ مفرد حروف سے شروع ہونے والی ان سورتوں کے بارے میں تشریح ''منفرد حروف مقطعات'' کے عنوان کے تحت پہلے کی جا چکی ہے اِس لئے انہیں اِس جدول میں شامل نہیں کیا گیا ہے اب اس حیرت انگیز نظام کے مجموعی نظام کا بغور ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ پورے قرآن مجید میں حروف مقطعات کی تعداد کس حیرت انگیز انداز سے 19 پر تقسیم ہو کر اللہ کی اس آخری کتاب کی صداقت اور حقانیت کا نا قابل تردید ثبوت پیش کر رہی ہے۔

حرف الف (ا) کا مجموعہ = 921 x 19 = 17499

حرف لام (ل) کا مجموعہ = 620 x 19 = 11780

حرف میم (م) کا مجموعہ = 657 x 19 = 8683

حرف را (ر) کا مجموعہ = 65 x 19 = 1235

حرف صاد (ص) کا مجموعہ = 8 x 19 = 152

حرف حا (ح) کا مجموعہ = 16 x 19 = 304

جب انفرادی طور پر اوپر دیئے گئے حروف کے مجموعے 19 پر تقسیم ہو رہے ہیں تو اس سے بننے والی مرکب حروف مقطعات مثلاً **الم، المر، المص** کے مجموعے تو خود بخود ہی ''19'' پر تقسیم ہو جائیں گے۔ اِن کے علاوہ پورے قرآن کریم میں آنے والے چند دوسرے مرکب حروف مقطعات کے مجموعے بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

طس یعنی ط+س = 107 + 387 = 494 = 26 x 19

طسم یعنی ط+س+م = 8683+387+107 = 9177 = 483 x 91

طه یعنی ط+ہ = 107 + 482 = 589 = 31 x 19

حم یعنی ح+م = 8683 +304 8987 = 473 x 19

یس یعنی ی+س = 582 + 387 = 969 = 51 x 19

جدول نمبر 5

ماہ صفر اور توہم پرستی

﴿مولانا حافظ شہزاد احمد نقشبندی مجددی﴾

یہ اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے۔ چونکہ محرم کے مہینہ میں جنگ وجدال منع تھی۔ جسکی وجہ سے اہل عرب یا تو گھروں میں بیٹھ رہتے تھے یا سامان تجارت کی خریداری کیلئے اپنے گھروں سے باہر چلے جاتے تھے۔ جسکی وجہ سے گھر خالی ہو جاتے تھے۔ اِس وجہ سے اس مہینے کا نام صفر پڑ گیا۔

اس مہینے کا نام صفر ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس مہینے میں ملک عرب میں درختوں کے پتے ذرد پڑ جاتے تھے۔ اور خزاں کا موسم آ جاتا تھا۔ اِس لئے اس مہینہ کا نام صفر پڑ گیا۔

کفار عرب چھوت چھات کے بہت قائل تھے۔ ان کا غلط عقیدہ تھا کہ بیماری میں یہ قدرت ہے۔ کہ وہ خود بخود اُڑ کر دوسرے آدمی کو لگ جاتی ہے۔ ایسے ہی وہ بدھ کے دن کو نحوس سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ اگر کسی کے گھر میں اُلو بیٹھ جائے تو وہ گھر اُجڑ جاتا ہے۔ اور صفر کے مہینے میں کاروبار کرنے سے برکت نہیں ہوتی۔ حضرت عکرمہؓ کا بیان ہے۔ کہ ہم حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک چڑیا سامنے سے بولتی ہوئی گذری۔ تو ایک شخص نے کہا خیر خیر تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ چڑیوں کا بولنا نہ بھلائی کی علامت ہے۔ نہ کسی مصیبت کی۔ یہ محض وہم ہے۔

آجکل مسلمانوں میں بھی اِسی قسم کے نظریات پیدا ہوئے گئے ہیں کہ صفر کے مہینے میں شادی نہ کرنی چاہیے۔ بعض جگہ پر صفر کے مہینے کی تیرہ تاریخ کو چنے اُبال کر تقسیم کیے جاتے ہیں تا کہ بلائیں ٹل جائیں وغیرہ۔ شریعت میں اِس قسم کی باتوں کی کوئی اصلیت نہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ نے ایسے غلط نظریات کی اصلاح فرمائی۔

ابن عطیہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

لاعدوی ولا هام ولا صفر ويحلل الممرض على المصح (بخاری)

اِس حدیث کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ نہ عدویٰ (یعنی چھوت، ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانا) اور نہ ھام (اُلو جسکو لوگ منحوس سمجھتے ہیں یا مرے کی رُوح) اور نہ صفر (جسکو لوگ منحوس سمجھتے

ہیں) لیکن بیمار اونٹ تندرست اونٹ کے پاس نہ اُتارا جائے۔

البتہ جس کا اونٹ تندرست ہے اس کو اختیار ہے جہاں چاہے اونٹ کو رکھے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ جب اسلام میں چھوت چھات (ایک کا مرض دوسرے کو نہیں لگتا) تو پھر بیمار اُونٹوں کو تندرست اونٹوں کے پاس رکھنے سے کیوں منع فرمایا تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ مرض سے نفرت نہیں کرنی چاہیے بلکہ مرض سے جو تکلیف ہوتی ہے۔ اِس تکلیف کی وجہ سے میں نے منع کیا ہے تا کہ کسی کو ایذاء اور تکلیف نہ ہو۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ اولاً کسی کو مریض بناتے ہیں اس طرح دوسروں کو بھی اپنے مستقل تصرف سے مریض کر دیتے ہیں۔ میل جول سے کوئی مرض کسی کو نہیں لگتا۔ یہ سب وہم ہے اور نہ بدشگونی لینی چاہیے اور نہ صرف کی نحوست کوئی چیز ہے۔ (بخاری)

ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ ایک خارشی اونٹ دوسرے اونٹوں میں گھس کر خارش پیدا کر دیتا ہے یہ کیا چیز ہے تو آپ ﷺ نے دیہاتی سے پوچھا یہ بتاؤ کہ پہلے والے اونٹ کو خارش کیسے ہوئی؟ مطلب یہ ہے کہ پہلے اونٹ کو بھی خارش اللہ کے حکم سے ہوئی تو دوسرے اونٹوں کو بھی خارش اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی ہوگی۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جذامی سے دور رہا کو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اِس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ جذامی کے جسم سے ایک خاص قسم کی بو اور گیس نکلتی ہے۔ جو شخص جذامی کے پاس زیادہ بیٹھے یا کھائے یا سوئے تو یہ بیماری اس پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ یہ امر چھوت نہیں بلکہ فن طب کا ایک اصول و ضابطہ ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ سڑی ہوئی چیز کھانے، بدبو والی چیز سونگھنے اور بند پانی والے مکان میں رہنے سے صحت کو نقصان ہوتا ہے تو یہ طب کا تجربہ ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اِس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ ذرائع اور اسباب کا سدباب کیا جائے۔ یعنی جو شخص جذامی والے شخص کے پاس اٹھے بیٹھے کھائے پیے اور بیمار ہو جائے تو کبھی یہ نظریہ نہ رکھے کہ مجھے چھوت لگ گئی ہے بلکہ ہر مسلمان کا پختہ اعتقاد ہونا چاہیے کہ اللہ ہی بیمار کرتا ہے اور وہی صحت دیتا ہے۔

قرآن کریم کی معجزانہ تعلیمات سے کون فائدہ اُٹھا سکتا ہے؟

﴿سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)﴾

الم ٥ذلك الكتب لا ريب فيه هدى للمتقين ٥ الذين يومنون بالغيب ويقيمون الصلوة ومما رزقنهم ينفقون ٥والذين يومنون بما اُنزل اِليك وما اُنزل من قبلك وبالاخرة هم يوقنون٥ اُولئك على هدى من ربهم ـ واُولئك هم المفلحون٥

''الم ٥ یہ کتاب ہے اس میں کوئی شک نہیں، پرہیز گاروں کیلئے ہدایت ہے ٥ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور قائم کرتے ہیں نماز اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں٥ اور جو لوگ اِس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا، اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا تھا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں٥ وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں، اور وہی لوگ کامیاب ہیں٥ (سورۃ البقرہ آیات 1-5)

قرآنِ کریم کی تعلیمات ایسی معجزانہ ہیں کہ جس قوم نے بھی ان پر عمل کیا خواہ وہ پستی کے کسی درجہ پر بھی تھی وہاں سے اُٹھ کر اوج ثریا کو پہنچ گئی۔ مغرب اور مشرق میں جو کوئی بھی خیر نظر آ رہی ہے اسکا منبع قرآن کریم ہے۔ مسلمان ہوں یا غیر مسلم اس نے بھی کے اوپر اپنا اثر چھوڑا ہے لیکن اِس سے کون فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس بات کو قرآن کریم کے آغاز ہی میں واضح کر دیا ہے کہ ''اللہ کی کتاب سراسر ہدایت ہے، شک وشبہ سے بالاتر لیکن اِس سے فائدہ وہی اُٹھا سکتا ہے جو متقین کے مقام پر فائز ہو گا''۔ اِس شرط کے ساتھ ہی متقین کی چھ خصوصیات بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ یعنی ایمان بالغیب، قیام صلوٰۃ، اللہ کی راہ میں جان و مال کا خرچ، حضور ﷺ کی سنت پر ایمان اور آپ ﷺ کے پہلے بھیجے ہوئے رسولوں اور نبیوں پر ایمان اور آخرت پر پختہ یقین۔ ان خصوصیات کے ساتھ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے تو پھر یہ کتاب اس کا ہاتھ پکڑ کر روحانی بلندیوں پر پہنچا دیتی ہے۔ جن میں فلاح اور ہمیشہ کی کامیابی ہے۔

قرآن حکیم کے مقام کو بھی وہی سمجھے گا جو ان چھ شرائط کو پورا کرے گا۔ اگر انسان میں یہ صفات ہیں تو اسے پھر پتہ چلے گا کہ وہ اپنی ہستی کے سفر میں کس قدر قرآن پاک کا محتاج ہے ورنہ وہ اسکی اہمیت سے کبھی بھی آگاہی حاصل نہیں کر سکتا۔ یعنی یہ کتاب انسان کی دنیا و آخرت میں رہنمائی کیلئے ہے، لیکن اس سے رہنمائی وہی حاصل کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کرتا ہے، جس کی منزل تقویٰ ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے پری انجینئرنگ کی تعلیم کے بغیر طالب علم انجینئرنگ کالجوں سے مستفید نہیں ہوسکتا۔ لیکن جب کوئی قوم، جماعت، سوسائٹی ان شرائط کو پورا کر لیتی ہے تو پھر قرآن حکیم ان کی رہنمائی کرنے لگتا ہے۔

1.1۔ قرآن کا مسلمان

قرآن کریم کا موضوع اللہ اور اس کا بندہ ہے اور یہ تخلیق کے راستہ سے خالق کی معرفت کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن کا مسلمان ذکر فکر و تسخیر کی عملی تصویر ہے۔ ذکر کہ وہ ہر آن اپنے رب کو یاد رکھے، فکر یہ کہ وہ اس کی تخلیقات پر تحقیق کے ساتھ غور کرے اور تسخیر یہ کہ وہ انہیں اپنے استعمال میں لائے۔

اس کا اخلاق صاحب قرآن ﷺ کے اخلاق کا نمونہ ہے، اس کی سوچ قرآن کی تشریح ہے اور اس کا ایمان ایسے ہے جیسے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ مندرجہ ذیل میں قرآن کریم کی تعلیمات میں سے انہی چند باتوں پر مزید روشنی ڈالی جائے گی تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے معجزانہ کلام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکیں۔

1.2۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان

جیسے آپ جانتے ہی ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیمات میں اول و آخر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر مکمل یقین، اس کی معرفت اور صحیح ادراک ہے۔ آیت آیت قرآن حکیم اپنے قاری کی توجہ بار بار اس بات کی طرف مبذول کراتا رہتا ہے کہ اللہ ہے، اس لئے وہ پکا یقین پیدا کر لے کہ ہر فعل کا حادث وہی ذات پاک ہے۔ وہی ساری کائنات کے نظام کا خالق، رب، مالک اور منتظم ہے۔ ہر چیز کا ماضی حال اور مستقبل بیک وقت اسکے سامنے ہے۔ اس کے سوا کوئی طاقت اور قوت نہیں۔

ساری کی ساری کائنات اسکے "کن" کے اشارے پر معرض وجود میں آ گئی۔ زمان و مکان اسکی ذات کے مظہر ہیں اور یوں وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ہر چیز سے وہ ہر وقت خبردار ہے اور کوئی حرکت اسکی اجازت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ یوم الدین کا مالک ہے جب ساری کائنات کو ایک دفعہ ختم کر کے پھر سے پیدا کرے گا اور پہلے کی زندگی کا پورا پورا احساب لے گا۔

واحد یکتا، ہر چیز سے بے نیاز، ہر نقص سے پاک۔ اکمل اور مکمل۔ نہ پیدا کیا گیا نہ اس نے اپنی ذات سے کسی کو پیدا کیا۔ وہ لاشریک ہے۔ جس کا کوئی ہم عصر نہیں۔ بے مثال، الفاظ جس کی شان کو بیان نہیں کر سکتے لیکن ذرہ ذرہ اس کی پہچان ہے، نغمہ نغمہ اس کی آواز ہے۔ بہترین ساتھی لازوال دوست، پیار ہی پیار۔ نور ہی نور، کریم ایسا کہ ان کی بھی برابر پرورش کرتا ہے جو اسے نہیں مانتے۔ لیکن جلوہ گر انہی دلوں میں ہوتا ہے جو اس کیلئے خالی کر دیے جاتے ہیں۔

1.3۔ انسان بحیثیت غایت کائنات

قرآن کریم کے نزدیک انسان کائنات کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ غایت کائنات ہے۔ اس لئے اس کی دوسری بڑی تعلیم اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے انسان کا اکرام، عزت نفس اور خودی کو بلند کرنا ہے۔ اس کا پیغام یہ ہے، "**قولو لا اله الا الله تفلحو** "کہہ دو کہ کوئی الہ نہیں مگر اللہ۔ فلاح پا جاؤ گے"۔ یہ انسانی آزادی اور خودداری کا لازوال پیغام اور جھوٹے خداؤں کی زنجیریں توڑ دینے کا بے مثال اعلان ہے۔ تمہارا اور سب کا ایک ہی مالک ہے، اور اسکے علاوہ کوئی دوسرا بندگی کا حقدار نہیں۔ یوں قرآن کریم انسانی حقوق کی بنیاد **لا اله الا الله** پر رکھتا ہے۔

آج کل دنیا میں انسانی حقوق کی بڑی بات ہوتی ہے لیکن انسان کے اس حق کیلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور اسی ہی کی عبادت کرتے کوئی بات نہیں کرتا۔ جبکہ قرآن کریم انسان کو وہ تمام حقوق دیتا ہے جو اسکی روحانی اور جسمانی زندگی کیلئے ضروری ہیں۔ اسکے علاوہ اسے وہ فرائض بھی سکھاتا ہے جو اس پر دوسری مخلوقات کی طرف سے ہیں۔ ان حقوق و فرائض کو جو پورا کرتا ہے

قرآن آسے زمین پر خلافت الہیہ کی خوشخبری دیتا ہے اور آخرت میں اس سے جنت کا وعدہ کرتا ہے۔اسی ضمن میں قرآن کریم یہ بھی یاد کرواتا ہے کہ تمام مخلوقات میں انسان اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہے اور بلا لحاظ مذہب وملت وہ اللہ کے نزدیک محترم ہے۔فرمایا:۔ **ولقد کرمنا بنی ء ادم** ''یقیناً ہم نے بنی آدم کو مکرم بنا دیا ہے''۔(سورۃ بنی اسرائیل۔آیت مبارکہ ۷۰)۔وہ اپنے ڈیزائن، بناوٹ اور صلاحیتوں میں بھی بہترین ہے۔فرمایا: **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** ''بتحقیق ہم نے انسان کو بہترین ڈیزائن پر بنایا''۔

(سورۃ التین۔آیت مبارکہ ۴)

انسان کی پوری تاریخ، تہذیب وتمدن، سائنس اور ٹیکنالوجی میں دسترس قرآن کریم کے ان بیانات کی کھلی دلیل ہیں فرمایا: **وسخرلکم ما فی أ السموات وما فی الارض جمیعا منه** ''اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کے سب کو تمہارے لئے مسخر کر دیا''۔

(سورۃ جاثیہ۔آیت مبارکہ ۱۳)

قرآن پاک یہ چاہتا ہے کہ انسان کائنات میں اپنے اس عالی شان مقام کو نہ صرف سمجھے بلکہ آگے بڑھ کر اسے پالے۔ یہ وہ بات ہے جس کی جھلک کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ موجودہ عیسائی مذہب نے تو ویسے ہی آدمی کی پیدائش کو گناہ گار قرار دیا ہے۔جب کہ قرآن پاک کے مطابق ہر بچہ معصوم پیدا ہوتا ہے۔یہ معاشرہ اور ماں باپ ہیں جو اسے غلط راہوں پر لگا دیتے ہیں اگر وہ سیدھے راستے پر آنا چاہے تو موت تک اس کیلئے ہدایت کا دروازہ کھلا ہے۔اس سلسلہ میں قرآن حکیم کی سورۃ زمر کی آیت مبارکہ 53 انسان کیلئے بہت بڑی خوشخبری ہے جس میں گنہگار سے گنہگار آدمی کیلئے پیغام حیات ہے۔ **قل یعبادی الذین اسرفو اعلی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله** o ''اے نبی پاک اعلان کر دیجئے کہ (اللہ فرماتا ہے)''اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہوں''۔ (سورۃ زمر۔آیت مبارکہ ۵۳)

یوں سارے کا سارا قرآن حکیم انسان کیلئے عظمت کا پیغام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام تر مخلوقات میں اس کا کوئی ہمسر پیدا نہیں کیا ہے۔ اس کی ذہنی اور عقلی بلندیوں کی گواہ موجودہ سائنس اور ٹیکنالوجی ہے لیکن اس مادی مقام سے بھی بڑا اس کا روحانی مقام ہے جس کے آگے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی سرنگوں کر دیا اور ابلیس کو انسان کے سامنے نہ جھکنے کی بناء پر شیطان لعین بنا دیا۔ مسئلہ مٹی سے تخلیق شدہ انسان کی عظمت کو سجدہ کا نہیں تھا بلکہ روح الٰہی کے حامل کو سجدہ سے انکار کا تھا۔ سورۃ ص کی آیت مبارکہ ۷۲ میں ارشاد ربانی ہے کہ: **فاذا سویته و نفخت فیه من روحی فقعواله سجدین** ٥ ''پھر جب میں اس کو تسویہ کر لوں اور اس میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دوں تو تم اس کیلئے سجدہ میں گر جانا۔ (سورۃ ص۔ آیت ۷۲) یہی بات سورۃ الحجر کی آیت مبارکہ ۲۹ میں دہرائی گئی ہے۔ فرمایا: **فاذا سویته و نفخت فیه من روحی فقعواله سجدین** ٥ ''تو جب میں اس کو تسویہ کروں اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں تو اس کی طرف سجدے میں گر پڑنا۔ (سورۃ حجر۔ آیت ۲۹)

غرض انسان کا اعزاز یہ ہے کہ کائنات اس کے لئے بنائی گئی ہے وہ کائنات کیلئے نہیں اور اسکی غلطی یہ ہوگی کہ اپنے مقام سے گر کر وہ کائنات کی بندگی کرنے لگے۔ یوں انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا حامل خلافت الٰہیہ کا وارث اور اپنے خالق کا عارف ہے۔

1.4 روحانی ترقی، مقصد حیات اور قرآن کریم

قرآن کریم کے نزدیک ایک انسان کی دوسرے انسان پر بڑائی کا معیار نسل، رنگ، ملک، مادی طاقت یا جسمانی خصوصیات نہیں بلکہ اس کا تقویٰ ہے۔ مقام انسانیت کا معیار یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں کس قدر رنگا گیا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کی صفات کا مظہر بن کر زمین پر اس کی خلافت کا حق ادا کرے۔ اگر چہ انسان کے اس روحانی مقام کا ادراک فی الحال سائنس کی سمجھ سے باہر ہے لیکن اسکی منزل بھی یہی ہے۔ اس بارے میں کارل ینگ (Carl Young) جیسا مشہور سائنس دان لکھتا ہے۔

''آپ مانیں یا نہ مانیں لیکن میں برملا کہتا ہوں کہ انسان میں کوئی چیز لافانی ضرور ہے۔ جو اسے تمام دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے''۔

قرآن حکیم ہمیں یاد کرواتا ہے، کہ اس قدر عظمت اور فہم وادراک، طاقتور اور پہنچ والی مخلوق بے مقصد کیسے ہوسکتی ہے؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر کائنات کی ہر چیز انسان کی خدمت کیلئے مامور ہے تو انسان کس کیلئے ہے؟ اگر انسان کا اپنا کوئی کام اچھا یا برا، چھوٹا یا بڑا یا مقصد نہیں ہوتا تو پھر خود وہ کیسے بے مقصد کھیل تماشہ ہوگا؟ اگر انسان بے معنی مخلوق ہے، تو کائنات کی پیدائش میں کسی جگہ بھی کوئی معنی نہیں ہوسکتا، اگر انسان کی تخلیق فضول ہے تو ساری کائنات کی تخلیق فضول ہے۔ اسی بات کو سوچتے ہوئے مشہور ہیئت دان جیمز ٹرائفل اپنی کتاب ''کائنات'' میں کہتا ہے:
''افسوس کہ اگر کروڑوں اربوں سالوں کے بعد بھی کائنات ختم ہونے والی ہے جب کوئی زندگی نہ ہوگی، کوئی فہم وادراک نہ ہوگا، انسانیت کی جدوجہد کی یادیں نہ ہوں گی تو پھر اس زندگی اور اس سارے جہاں کے ہونے یا نہ ہونے میں کیا مزہ رہ جاتا ہے''۔

جیمز ٹرائفل کی اس مایوسی کی وجہ بھی یہی ہے کہ ابھی تک سائنس قرآن حکیم کے حیات بخش پیغام سے واقف نہیں جو بار بار انسان کو اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ کائنات اور اس میں کوئی چیز بے مقصد کھیل تماشہ نہیں ہے بلکہ اس کارخانہ قدرت میں ہر چیز کے پیچھے ایک مقصد کارفرما ہے جن سب کا مقصد انسان ہے۔ لہٰذا انسان کا مقصود اس کا رب ہونا چاہیے۔ افسوس کہ شیطان کے چنگل میں پھنس کر ہم میں سے اکثر اپنے اصل مقصد حیات کو بھول کر سراب کے پیچھے زندگی بھر بھاگتے رہتے ہیں۔

1.5۔ خالق کی پہچان اور امتحان

خالق کی پہچان اور اس سے تعلق قرآن حکیم کا مرکزی موضوع ہے۔ انسان کو اپنے اور کائنات کی تخلیق کے مقصد سے آگاہی کہاں اور کیسے حاصل ہوگی؟ اس سوال کیلئے خالق کائنات کا جواب قرآن حکیم ہے۔ افسوس کہ ساری عمر، انسان زندگی کے ساحل پر کھڑا سیپیوں کی

تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے اور اپنے اندر کے سمندر میں چھپے ہوئے موتیوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ حالانکہ انسانی حیات، اللہ تعالیٰ کی معرفت کے حصول کیلئے جدوجہد کا نام ہے اور موت اسی مقصد سے غفلت ہے۔ ایک حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ اس نے جب چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اس نے اپنا عارف پیدا کرنے کا سوچا اور اس کے لئے کائنات بنائی۔ غرض انسان غایت کائنات ہے اور اس کا مقصد حیات اپنے خالق کی پہچان ہے۔ اس منزل تک کی پہنچ کیلئے زندگی کی راہوں میں قرآن حکیم انسان کیلئے سفری ہدایت نامہ (Travel Guide) ہے۔ جیسے سائنس نامعلوم کی طرف اپنا سفر معلوم سے شروع کرتی ہے اسی طرح قرآن کریم مخلوق پر غور و فکر سے خالق کی معرفت کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن عقل کو تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ وحی کے ذریعہ اسکی رہنمائی کرتا ہے اس لئے کہ تنہا عقل کے گمراہ ہو جانے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔

عقل کی مدد سے انسان زیادہ چیزوں پر قابو حاصل کر لیتا ہے۔ رزق کما لیتا ہے۔ اپنے ہی جیسے دیگر انسانوں کو غلام بنا لیتا ہے۔ اپنے زعم کے مطابق وہ کامیابی کے بہت سے زینے بھی طے کر لیتا ہے لیکن اپنی زمینی حیات کے بعد آنے والے ادوار میں کامیاب زندگی کیسے حاصل ہوگی؟ بیچاری اکیلی عقل اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔ بلکہ دنیا میں عقل کی حاصل کردہ کامیابی اکثر کسی دوسرے انسان کو ناکام بنانے میں ہے اور یہ کامیابی بھی اپنی نوعیت میں عموماً عارضی ہوتی ہے جلد ہی اس سے آدمی کا جی بھر جاتا ہے اور وہ کسی اور آماجگاہ کا رُخ کرتا ہے۔ ایسے بھی ہوتا ہے کہ عقل جس چیز کو پہلے اپنی کامیابی سمجھتی تھی بعد میں وہی چیز اس کو ناکامی نظر آتی ہے۔

الغرض عقل سے انسان کائنات کی حقیقت کو تھوڑا بہت تو سمجھ سکتا ہے۔ کسی قدر اس پر قابو بھی پا سکتا ہے۔ اس کیلئے ایک اور علم ہے جسے وحی کہا جاتا ہے۔ یہ علم خالق اپنے مخصوص بندوں کو عطا کرتا ہے اور اپنے انہی برگزیدہ بندوں کی ڈیوٹی لگاتا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں پر یہ راز کھول کر رکھ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں پیغمبروں کی آمد کو ہمارے لئے یاددہانی کا نام بھی دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام ہمیں یاد کراتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا وعدہ کر چکے

ہیں۔ دنیا کا کوئی خطہ اور کوئی قوم ایسی نہیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی یاددہانی نہ بھیجی ہو اور سب سے آخر میں سب سے عالی شان ذی مرتبت ذات صاحب پاک قرآن ﷺ ہیں جنہوں نے تا قیامت انسانیت کیلئے ہدایت کا سرچشمہ کھول کر رکھ دیا۔ اب انسان اس کو مانے یا نہ مانے اس کا یہ اختیار حاصل ہے اور یہی اس کا امتحان ہے۔

ایک طرف اللہ تعالیٰ نے ہمارے بیچ اپنی روح پھونکی اور دو فرشتے مقرر فرمائے جو نیکی کی طرف بلاتے ہیں۔ دوسری طرف شیطان ہے جو غلط راستے پر لگاتا ہے اس کشمکش میں اگر ہماری عقل رنگ و بو کی دنیا ہی کے پیچھے لگی رہی تو ناکام ہوگئی۔ اگر اس نے وحی کے رموز کو سمجھا اور اپنے آپ کو اس کے سانچے میں ڈھال لیا تو عقل کی وہ روشنی مل جاتی ہے جس سے آئندہ درپیش سفر میں بھٹکنے سے وہ بچ سکتی ہے اور اپنے رب کی طرف مراجعت کے اعلیٰ مقامات کو پالیتی ہے۔

سب سے پہلے وحی کے ذریعہ علم حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کیا گیا تا کہ ان کی اولاد دوبارہ اس جنت کو پاسکے جو انہوں نے کھودی تھی۔ آپ کے بعد رب العالمین کا یہ کرم اور احسان عظیم ہے کہ وہ ہر دور میں اپنے پیغمبر بھیجتا رہا جو انسانوں کو نہ صرف اس جنت کی یاددہانی کراتے رہے بلکہ وہاں تک کیسے پہنچنا ہے اس کے اصول وطریقے بھی بتاتے رہے۔ انسانیت کے ان عظیم محسنوں کی صحیح تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے لیکن ان کے سردار خاتم النبیین محسن اعظم ﷺ نے ہمیں بتایا کہ ان سے پہلے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار میرے بھائی آچکے ہیں۔ ان سب کی فکر ایک ہی تھی کہ ارضی حیات میں اُلجھ کر انسان کہیں اپنے خالق کو نہ بھول جائے، مٹی کے پیچھے لگ کر ابدی جنت سے محروم نہ ہو جائے، شیطان کے جھانسے میں آ کر جہنم کے سپرد نہ ہو جائے۔ یوں انسانیت کی سب سے بڑی خدمت اِس کو دوزخ کی آگ سے بچانا ہے اور یہ قرآن حکیم کا اہم ترین مضمون ہے۔

☆☆☆☆☆☆

مکافاتِ عمل

﴿تحریر: ڈاکٹر عبدالغنی فاروق﴾

شادیوں میں غیر اسلامی حرکتوں کا وبال

(۲)

خواجہ نعیم سائنس کالج میں میرے رفیق کار تھے۔ بحیثیت اُستاد تو وہ لائق اور دیانتدار نہیں تھے، لیکن خوش مزاج تھے اور ''اوپر'' والوں کو راضی رکھنا جانتے تھے۔ میں صدر شعبہ تھا اور شاید میری خوشنودی کیلئے وہ ''اسلامیت'' کی تعریف و توصیف بھی کرتے تھے، لیکن میرا تاثر ہے کہ وہ باعمل مسلمان نہیں تھے اور اُن کی طبیعت بار بار پھکڑ بازی کی طرف لڑھک جاتی تھی۔

خواجہ صاحب کی شادی ہوئی تو انہوں نے مجھے بھی دعوت دی۔ شادی ستمبر کی آخری تاریخوں میں تھی اور رات کو تھی۔ میں پروگرام کے مطابق عین بروقت گلشن راوی کے ایک ''میرج ہال'' میں پہنچ گیا، لیکن ہال مکمل طور پر خالی تھا۔ ایک فرد بھی وہاں موجود نہ تھا۔ انتظار کر رہا تھا کہ قریبی مسجد سے عشا کی اذان بلند ہوئی۔ مجھے اطمینان ہوا اور میں مسجد میں چلا گیا۔ نماز پڑھی اور واپس ہال میں آیا تو اِکا دُکا لوگ آنے لگے اور کہیں ساڑھے دس بجے ہال بھر گیا۔ خیال تھا کہ اب کھانا ہوگا اور فراغت ملے گی کہ تقریباً گیارہ بجے سٹیج سے صوفے وغیرہ ہٹائے گئے۔ وہاں طبلے، سارنگیاں اور موسیقی کے آلات سجائے گئے اور دو جوان لڑکیاں آ کر تھرکنے لگیں۔

مجھے اس بدمزاقی پر سخت افسوس ہوا۔ عام طور پر پہلے مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے اور پھر اس طرح کی کاروائی کو انجام دیا جاتا ہے۔ پھر جس کا جی چاہتا ہے وہاں بیٹھتا ہے، اور جس کا جی چاہتا ہے، چلا جاتا ہے۔ مگر یہاں تو اِن لوگوں نے گویا سب مہمانوں پر لازم کر دیا کہ یہ بیہودہ پروگرام دیکھو، پھر کھانا ملے گا۔

میں نے ایک لمحہ بھی سوچنے میں ضائع نہ کیا ہیلمٹ اُٹھایا، باہر نکلا، موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور گھر آ گیا۔ اُس وقت رات کے کم از کم ساڑھے گیارہ بج گئے تھے۔ گھر کا پکا ہوا کھانا کھایا

اور سو گیا۔

خواجہ نعیم نے جس بے حسی بلکہ بیہودگی کا مظاہرہ کیا تھا، اُس کا خمیازہ اُسے بہت جلد بھگتنا پڑا۔ وہ ایک بڑبولا آدمی تھا اور کوئی بات چھپا کر نہ رکھتا تھا۔ اُس کی باتوں سے اور شدید ذہنی ٹینشن سے اندازہ ہوا کہ اُسے جو بیوی ملی ہے، وہ جھگڑالو اور اکھڑ مزاج ہے۔ ہر بات میں بحث کا انداز اختیار کر لیتی ہے وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے، ایک سکول میں ٹیچر ہے اور مرد و زن کی مساوات کی قائل ہے، اس لئے وہ بیوی کیلئے ہرگز ضروری نہیں سمجھتی کہ وہ خاوند کی خدمت کرے اور کچن میں مصروف رہے۔

خواجہ کی باتوں سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ اُس کی بیوی صحت مند نہیں ہے۔ کئی بیماریوں میں مبتلا ہے، جس کے لئے اُسے روزانہ ہی شام کو کسی نہ کسی ڈاکٹر کے پاس جانا پڑتا ہے۔ ایک دن تو وہ سب ساتھیوں کی موجودگی میں رو ہی پڑا۔ کہنے لگا: جان بڑے عذاب میں پھنس گئی ہے۔ بیوی وبال جان بن گئی ہے۔ اُس نے کسی اعتبار سے بھی سکون نہیں بخشا۔ میں تنگ آ گیا ہوں۔ میں اُسے چھوڑ دوں گا اور بہت جلد طلاق دے دوں گا۔ اور واقعی اُس نے ایسا کر دکھایا۔ اس طرح بمشکل دو مہینے گزرے تھے کہ خواجہ نعیم رنڈوا ہو گیا۔ اُسے شادی کے موقع پر روا رکھی جانے والی بدعملی لے بیٹھی۔ لاکھوں کی دولت بھی ضائع ہوئی، بیوی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا، عزت بھی برباد ہوئی اور مستقل پریشانی اُس کا مقدر بن گئی۔

(۳)

میرے بچپن کے ایک دوست علامہ اقبال ٹاؤن میں رہتے ہیں۔ میں انہیں ملنے کیلئے گاہے گاہے جاتا رہتا ہوں۔ ایک مرتبہ اُنہوں نے بتایا کہ اُن کے عین پڑوس میں شیخوپورہ کے ایک سندھیلہ خاندان والوں نے ایک مکان خرید لیا۔ یہ خاندان بہت امیر تھا۔ تین مختلف اضلاع میں اُن کی زمینیں تھیں۔ اینٹوں کے بھٹے تھے اور کولڈ سٹوریج بھی تھے۔ علامہ ٹاؤن والا مکان اُنہوں نے محض ریسٹ ہاؤس کے طور پر خریدا تھا۔ وہ مہینے میں ایک آدھ بار آتے تھے، سیر او رتفریح

کرتے تھے۔داتا صاحب پر حاضری دیتے تھے اور چلے جاتے تھے۔

بظاہر یہ لوگ مذہبی تھے۔خاتونِ خانہ نمازی تھی، مگر اُن کی دینداری محض رسمی نمازوں، جمعرات کے ختموں، گیارہویں کی نذر اور داتا صاحب کی حاضری تک محدود تھی، ورنہ اُن کا سارا طرزِ زندگی روایتی دنیادار زمینداروں والا تھا۔

میرے دوست نے بتایا کہ اس خاندان میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔انہوں نے بڑے بیٹے کی شادی غیر معمولی دھوم دھام سے کی۔سینکڑوں لوگ بارات میں اور ہزاروں ولیمے میں شامل ہوئے۔میوزیکل بینڈ تو تھا ہی، لیکن انفرادیت پیدا کرنے کیلئے طوائفوں کا مجرا بھی ہوا اور یہ شغل رات بھر جاری رہا۔شراب خوب چلی اور نوجوان جاٹوں نے دل کی ہر تمنا پوری کی۔

اس اعلانیہ اور کھلم کھلا بدعملی کا وبال یہ پڑا کہ جس لڑکے کی شادی تھی، اُسے کچھ ہی عرصے کے بعد ہیروئن کی چاٹ لگ گئی اور وہ عادی نشئی بن گیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی بیوی روٹھ کر والدین کے ہاں چلی گئی اور وہاں اُس نے خلع کا مقدمہ دائر کر دیا۔بڑی بیٹی کی شادی ہوئی تو اُس کے دو بچے یکے بعد دیگرے ذہنی اعتبار سے معذور پیدا ہوئے۔چھوٹی کی شادی ہوئی تو اولاد سے محروم رہی۔

مزید افتاد اس خاندان پر یہ پڑی کہ زمینوں سے اور کاروبار سے برکت ہی اُٹھ گئی۔اور آٹھ دس سالوں کے اندر یہ کیفیت ہوئی ہے کہ زمین اور فیکٹریاں بک گئی ہیں، کاروبار تباہ ہو گیا ہے حتیٰ کہ لاہور والا مکان بھی انہوں نے فروخت کر دیا ہے اور بھوک، ننگ اور رذلت اس خاندان کی پہچان بن گئی ہے۔

(۴)

سیالکوٹ میں دو بھائی جاوید اور پرویز رہتے ہیں۔میرے قریبی عزیز ہیں۔اُن کا باپ بہت نالائق اور غیر ذمہ دار آدمی تھا۔اُس کی بےعملی کا یہ عالم تھا کہ عید کی نماز تک نہیں پڑھتا تھا۔لوگوں کو سود پر رقمیں دیتا تھا جس کا وبال یہ پڑا کہ اُس کی کمائی سے برکت اُٹھ گئی۔اُس نے اپنا گھر بیچ دیا اور بیوی بچوں کو کرائے کے ایک مکان میں بٹھا کر اُن سے لاتعلق ہو گیا اور خرچ دینا بند کر دیا۔

اِس نازک موقع پر اِن لڑکوں کا ماموں آگے بڑھا اور اُس نے اِس لاوارث خاندان کو سہارا دیا۔ کئی سال تک اِن کے گھر کے اخراجات برداشت کئے۔ بھانجی کی شادی کی، بھانجوں کو کئی کورس کرائے اور ذاتی اثر ورسوخ سے بڑے بھانجے کو ایک فیکٹری میں ملازم کرا دیا۔

اِن لوگوں کے حالات بدلے تو باپ سے تعلقات دوبارہ درست ہو گئے اور پھر جاوید اور پرویز کی دو سال کے وقفے سے شادیاں ہوئیں اور حیرت انگیز طور پر دونوں بھائیوں نے شادیوں پر باپ کا پسندیدہ انداز اختیار کیا اور ماموں کے منع کرنے کے باوجود بینڈ باجے منگوا لئے اور جب ماموں نے ناراضگی کا اظہار کیا تو دونوں بھائیوں نے بدتمیزی کا مظاہرہ کیا اور کمال بے حیائی سے کہا کہ ہم آپ کے غلام نہیں ہیں، ہم دنیا کے ساتھ چلیں گے اور اپنی خوشی پوری کریں گے۔ آپ خوش نہیں ہیں تو جا سکتے ہیں۔

ماموں بے چارہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور بھانجوں نے دوسری شادی پر بھی اِسی نوعیت کی غیر اسلامی رسموں کا مظاہرہ کیا۔ ماموں نے دوبارہ احتجاج کیا، تو اِن کے ساتھ پہلے ہی کی طرح بداخلاقی کا رویہ اختیار کیا۔

اِس بے مثال ناشکرے پن اور اللہ کی علانیہ بغاوت کا وبال اِن دونوں بھائیوں پر یہ پڑا ہے کہ اللہ نے دونوں کو اولادِ نرینہ کی نعمت سے محروم رکھا ہے۔ بڑے کی دو بیٹیاں ہیں اور اُس کی بیوی کسی اندرونی بیماری کی وجہ سے آئندہ اولاد پیدا کرنے سے عاری ہو گئی ہے جبکہ چھوٹے کی چار بیٹیاں ہیں اور اُس نے خوفزدہ ہو کر اپنی بیوی کا اپریشن کرا دیا ہے اور اُس کی آئندہ اولاد کے امکانات بھی ختم ہو گئے ہیں۔ اس طرح گویا کہ تقدیر نے بے عمل باپ اور بیٹوں کی نسل کو ختم کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے۔

☆☆☆☆

محبت

﴿صوفی عارف سہیل نقشبندی، مجددی﴾

والذین امنوا اشدہ حبا للہ

''ایمان والوں کو اللہ سے شدید محبت ہے''۔

میرے خیال کے مطابق اصل بات یوں ہے کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے بلکہ یہ فرمایا کہ ایمان والوں کے ساتھ اللہ کو شدید محبت ہے۔

دلیل العارفین میں ہے کہ محبت ایک ایسا (عالم)'' ہے کہ لاکھوں علماء اِسکو سمجھنے کی خواہش کی لیکن اِسکی کامل حقیقت کو سمجھ نہ سکے کیونکہ محبت کا حاصل ہونا علم اور کتاب اقوال والفاظ کی بجائے ذوق اور وجدان سے ہوتا ہے''۔

اور حضرت یحیٰی معاذؒ کا فرمان ہے **المحبۃ لا یعبر عنھا مقالہ**

محبت ایک کیفیت کا نام ہے کہ جسکی تعبیر الفاظ سے نہیں کی جا سکتی۔

البتہ محبت اور عشق کے احوال پر اِسکے ماخذ کے ذریعہ روشنی ڈالی جا سکتی ہے قرآن اور حدیث رسول ﷺ میں لفظ محبت مختلف حالتوں میں استعمال ہوا ہے۔ بندے نے اس مضمون پر اہل تصوف حضرات اور اہل لغت نے جو محبت پر روشنی ڈالی ہے وہ عرض کروں گا۔

لفظ محبت کا مادہ حُب سے ہے اور حُب اس مٹکے کو بھی کہتے ہیں جو لبالب پانی سے بھرا ہوا ہو اگر اِس مٹکے میں مزید پانی ڈالنے کی کوشش کی جائے تو اِس میں بھرا ہوا پانی مزید پانی کو مٹکے میں نہیں آنے دیتا۔ بلکہ منہ سے باہر گرا دیتا ہے۔ مٹکے کی اس کیفیت کو حُب کہتے ہیں۔

مطلب یوں ہوا کہ:۔

دل کا مٹکا یعنی برتن، کسی کی یاد میں بھر جائے کہ اس میں مزید کسی اور کی یاد کی گنجائش نہ رہے اور کوشش کے باوجود بھی کسی کا خیال دل میں جگہ نہ پکڑ سکے اور دل کا گوشہ محبت کے پانی سے یوں پُر ہو کہ اسے مزید کسی چیز کی حاجت نہ رہے بس ہر وقت اسے اپنے محبوب کے قرب ووصال کی تڑپ لگی رہے اور وہ بے چین پھرتا رہے۔

''حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ محبت کو محبت اِس لئے کہتے ہیں کہ وہ دل سے محبوب کے سوا ہر چیز کو مٹا دیتی ہے''۔

امام ابوالقاسم القیشریؒ (سلسلہ نقشبندیہ کے امام)

یہ لفظ محبت **حبۃ** سے ماخوذ ہے جسکے معنی جنگلی بیج کے ہیں چنانچہ جس طرح بیج نباتات کا فقر ہے اِسی طرح محبت بھی زندگی کا فقر ہے اِس لئے اس کا نام حُب رکھا گیا ہے۔

عربی محاورہ میں کہا جاتا ہے ''**احب البعیر**'' یعنی اونٹ کا بیمار ہو کر ایک جگہ پڑے رہنا، اونٹ جس طرح کسی جگہ اتنا جم کر بیٹھ جائے کہ سو بار اُٹھانے پر بھی وہ نہ اُٹھے بلکہ بدستور اسی جگہ ڈٹا رہے تو عربی محاورے میں اس حالت کو ''**احب البعیر**'' کہا جاتا ہے۔

لفظ محبت کا ایک اور مفہوم جمے رہنا، ڈٹے رہنا۔

واقعہ ہے کہ ایک شخص نے 70 سال تک اللہ کی عبادت کی لیکن اوپر سے یہی جواب ملتا کہ تمہاری کوئی بھی عبادت قابل قبول نہیں ۔ایک دن کسی نوجوان سے سن لیا کہ اس عابد کو ہمیشہ ہی جواب ملتا ہے کہ تمہاری کوئی عبادت قابل قبول نہیں ۔چنانچہ اس عابد کے پاس جا کر کہا کہ تمہاری کوئی عبادت قابل قبول نہیں تو پھر کیوں کر رہے ہو، سن نہیں رہے،اس عابد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگا میں یہ سب اس لئے کر رہا ہوں اس کے علاوہ کوئی در نہیں کہ جس کے پاس جا کر یہ فریاد کروں، تو وہ ڈٹا رہا اس محبت میں سرشار عبادت کرتا رہا بالآخر اللہ رب العزت کو رحم آ گیا ۔

محبت خالصتاً دل کی کیفیت ہے ۔اِس لئے کہ اگر محبوب کو دیکھنے اس سے ملنے اور اِسکی قربت حاصل کرنے کیلئے دل میں اشتیاق پیدا نہ ہو اور جذبات پر جوش نہ ہوں تو محبت نہیں کر سکتے ۔

آسان لفظوں میں اگر کہوں کہ جسکو ملنے میں دل بے چین ہو،اس کو ملنے کو جی چاہے بلکہ اس کے بنا رہا نہ جائے وہی مقصود ہو، مطلوب ہو، محبوب ہو، اِس کو دیکھے بنا راحت نہ ہو۔

محبت محبت تو سبھی کہتے ہیں لیکن
محبت نہیں جس میں شدت نہیں

امام ابوالقاسم قیشریؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ

حُب سے مراد وہ چار لکڑیاں ہیں جس پر مٹکا رکھا جاتا ہے وہ حالت میں اِس مٹکے کا بوجھ برداشت کرتا ہے اور محبؔ بھی محبوب کی طرف سے ہر عزت وذلت کو برداشت کرتا ہے۔

محبت حق کو حب اس لئے کہتے ہیں جو کہ اللہ کی طرف سے ہو، عزت ذلت، راحت تکلیف اور معیشت وغیرہ کو اللہ رب العزت کیلئے برداشت کرے۔

اور محبؔ کو یہ چیزیں گراں نہیں گزرتیں کیونکہ محبؔ محبوب کی طرف سے آنے والی تمام تکالیف کو انعام سمجھ کر خوشی خوشی برداشت کرتا ہے۔

''حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرماتے ہیں کہ'' گالیاں کھا کر دعائیں دینے کا نام فقیری ہے'' یعنی محبت ہے۔

ایک اور بزرگ کا ارشاد ہے کہ

محبت کو کسی تعریف میں محدود نہیں کیا جا سکتا جو اسکی وضاحت کر سکے بلکہ اِسکی تعریفات اس میں مزید پوشیدگی کا سبب بنتی ہیں کیونکہ تعریفات تو علوم کی جاتی ہیں جبکہ محبت علم نہیں بلکہ ایک وجدانی کیفیت ہے۔ جو محبین کے قلوب پر طاری ہوتی ہے اِس کیفیت سے گزر کر ہی اِسکی حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔

محبت کا نشہ دائمی ہوتا ہے دوسرے نشے تو آسانی سے اُتر جاتے ہیں وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو جاتے ہیں۔ لیکن جس نے ''محبت اور حقیقت'' کے نشے کو چکھ لیا اِس کا دوبارہ ہوش میں آنا ممکن نہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں'' کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش اور شوق دیوانگی میں دل دھڑکنا محبت کہلاتا ہے''

ایک دفعہ فرمایا، محبؔ وہ بندہ ہے جو اپنی ذات سے غافل ہو ہمیشہ اپنے رب کے ذکر میں مشغول رہے اور اِسکے حقوق ادا کرے اپنے دل کی نگاہ سے اس کا مشاہدہ کرے۔ اِس کے ہیبت کے انوار نے اس کے دل کو جلا دی ہو، اس نے اللہ کی محبت کا جام طہور پیا ہو، بولے تو اللہ سے اگر حرکت کرے تو اللہ کے حکم سے، اگر ساکن ہو اللہ کے ساتھ یعنی اسے باللہ، للہ اور مع اللہ کی کیفیت ہو۔

حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ یوں فرماتے ہیں۔

محبت دراصل محبت کرنے والے کے دل کا محبوب کے ساتھ اس حد تک مشغول ہو جانا ہے جو اسے اس محبوب کے سوا دوسروں کی طرف توجہ کرنے سے باز رکھے اور اسے محبوب کی طرف ہمیشہ توجہ اور التفات رکھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو۔ یعنی محبوب کے سوا کسی کا وجود ہی باقی نہ رہا یہاں تک کہ نور محبؔ کا اپنا وجود اسکی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے گویا محبوب کے سوا باقی سب کچھ اوجھل اور رسالہ قشیریہ میں ایک اور جگہ لکھا ہے۔

کہ ''محبت دل میں ایک آگ ہوتی ہے جو محبوب کی مُراد کے سوا سب کچھ جلا دیتی ہے، اللہ رب العزت کی محبت انسان کیلئے بھلائی کا ارادہ اور اس پر رحمت کرنے کو کہتے ہیں اللہ رب العزت کی بندے سے محبت اور بندے کی اللہ رب العزت سے محبت کی دلیل قرآن مجید آیت **یحبھم و یحبونہ** (اللہ بندوں سے محبت کرتا ہے اور بندے اللہ پاک سے محبت کرتے ہیں) اللہ کی بندے سے محبت کے ہی بارے دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کے ظاہر و باطن کو اپنی محبت سے اس طرح سرشار کر دیتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے التفات کا تصور ہی نہ رہے۔

اِسی طرح جب اللہ رب العزت اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس بندے کے دل کو اپنی محبت سے اس قدر بھر دیتا ہے کہ وہ بندہ محبت الٰہی کے سوا ہر چیز کی محبت سے بے نیاز ہو جاتا ہے اِسکے دل کا منکا اللہ کی محبت سے اس طرح لبالب بھر جاتا ہے کہ غیر کے خیال کا ایک قطرہ بھی اس میں جگہ نہیں پا سکتا اور وہ بندہ دنیا کی ہر رغبت سے یوں بے نیاز ہو جاتا ہے کہ خیال غیر کی گرد کا بھی وہاں سے گزر نہیں ہوتا۔

پھر وہ بندہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے رب کی چاہت کے مطابق گزارتا ہے، بات بھی اِسی کی مانتا ہے جاگنا بھی اسکے ذکر میں، سونا اِسکے حکم پر۔ ہنستا ہے تو اِسی کیلئے روتا بھی ہے تو اس کیلئے حتیٰ کہ اگر جیتا ہے تو اسی محبوب حقیقی کیلئے اور مرتا ہے تو اِسی کیلئے جب وہ بندہ اپنے تمام احوال و کیفیات سے اللہ کے انوار و تجلیات کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اِس مقام پر پہنچ کر بندہ اللہ کی

محبت میں اس قدر سرشار مدہوش ہو جاتا ہے کہ محبوب کے دیار کے سوا اِس کیلئے کوئی علاج کارگر ثابت نہیں ہوتا اور یہ تمام احوال و کیفیات، واردات، یہ پڑھنے سے نہیں بلکہ کسی مربی اُستاد، شیخ، رہنما کامل، پیر کامل، کی محبت سے بھی نصیب ہوں گی۔ کہ انہی کی محبت فیض سے دل میں نور الٰہی کا وہ جوش راسخ ہوتا ہے جسکی پیچھے مضمون میں تھوڑی بہت تعریف کی گئی ہے۔ محبت الٰہی، عشق رسول ﷺ اللہ رب العزت تک رسائی، معرفت کا نور، تمام تشنگیاں انہی کی صحبت فیض سے پوری ہوتیں ہیں۔

ہم نے اشارہ کردیا ہے اور راستہ بتادیا ہے ہم نہیں تو شائد آپ ہی پہنچ سکے اور عاجز کیلئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اِسکی فیض صحبت میں اپنی محبت عطا فرمائے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ حشر نیکوں کے ساتھ فرمائے اور دنیا و آخرت میں اللہ والوں کا ساتھ عطا فرمائے۔ آمین

اگر ہر موئے من گردد زبانے
زتو ژنیم بہر یک داستانے
نیارم گوہر شکر تو سفتن
سر موئے زاحسانِ تو گفتن

اگر میرا ہر بال ایک زبان ہوجائے۔ تجھ کو ہر ایک سے کوئی استان بیان کرون تو بھی تیرے شکر کے موتی میں سوراخ نہیں کرسکتا (اور) تیرے احسان کا ایک بال برابر بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔

قیاس کن ز گلستان من بہارا مرا
"میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کرلیں"
اذان تو اب بھی ہوتی مسجد کی فضا میں اے انور
جس ضرب سے دل دہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

حضرت عُروۃؓ بن مسعود ثقفی

(ہم شبیہہ مسیحؑ)

﴿طالب الہاشمی﴾

ذیقعدہ ٦ ہجری میں رحمت عالمﷺ چودہ سو جانثاروں کے ہمراہ عمرہ کیلئے مکہ روانہ ہوئے۔قربانی کے اونٹ ساتھ تھے اور حضورؐ کے حکم کے مطابق تمام مسلمانوں نے اپنی تلواریں نیاموں میں ڈال رکھی تھیں کیونکہ اس سفر کا مقصد محض خانہ کعبہ کے طواف اور زیارت سے مشرف ہونا تھا اور اس میں لڑائی کے ارادہ کا مطلق کوئی دخل نہ تھا۔اہل حق کا یہ مقدس قافلہ جب مکہ سے چند میل ادھر حدیبیہ کے مقام پر پہنچا تو حضورﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش مسلمانوں کو ہر قیمت پر مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس غرض کیلئے انہوں نے ایک بڑی جمعیت اکٹھی کرلی ہے۔یہ اطلاع پا کر حضورﷺ نے ایک سفیر کو یہ پیغام دے کر قریش کے پاس بھیجا کہ ہم صرف عمرہ ادا کرنے آئے ہیں۔لڑنا مقصود نہیں،بہتر یہ ہے کہ قریش ایک معین مدت کیلئے ہم سے صلح کرلیں اور ہمارا اور قوم کا معاملہ عرب کے ہاتھوں میں چھوڑ دیں۔اگر ہم غالب ہوں گے تو یہ ان کی صوابدید پر منحصر ہوگا کہ ہماری جماعت میں شامل ہوں یا نہ ہوں اگر ان کو صلح منظور نہیں ہے تو پھر خدا کی قسم میں ان سے آخری دم تک لڑوں گا۔حضورﷺ کے سفیر نے قریش کے پاس جا کر کہا کہ میں محمدﷺ کا پیغام تمہارے پاس لایا ہوں اگر تم پسند کرو تو بیان کروں؟بعض جوشیلے لوگوں نے کہا ہم کو سننے کی ضرورت نہیں۔لیکن قریش کے سنجیدہ اور تجربہ کار آدمیوں نے کہا کہ تم جو پیغام لائے ہو بیان کرو۔سفیر نے یہ پیغام بیان کیا تو مشرکین میں سے پختہ عمر کے ایک وجیہ اور خوبصورت آدمی کھڑے ہوگئے اور انہوں نے قریش سے مخاطب ہوکر کہا:

''یا معشر قریش!کیا تم میں سے بعض میرے والد کے برابر نہیں؟''لوگوں نے کہا، ''کیوں نہیں ضرور ہیں''۔پھر وہ صاحب بولے،''کیا تم میں سے بعض میری اولاد کے برابر نہیں؟سب نے جواب دیا۔''ہاں ضرور ہیں''۔ان صاحب نے پھر پوچھا۔''تم کو مجھ پر کوئی بدگمانی ہے؟''۔قریش نے یک زبان ہوکر کہا''ہرگز نہیں''۔وہ صاحب بولے،تمہیں یاد ہوگا کہ میں اہل عکاظ کو

تمہاری مدد کیلئے کہا تھا اور جب انہوں نے انکار کیا تھا تو میں اپنے بچوں اور حامیوں کو ساتھ لے کر تمہاری مدد کیلئے آیا تھا''۔ قریش نے جواب دیا۔''جی ہاں ہمیں آپ کا احسان خوب یاد ہے''۔

جب یہ سوال جواب ہو چکے تو ان صاحب نے کہا،''محمد ﷺ کا پیغام نہایت معقول معلوم ہوتا ہے۔ اگر تم مجھے اجازت دو تو میں محمد ﷺ سے مل کر اس معاملہ کو طے کروں''۔ سب نے رضامندی ظاہر کی تو وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک آپ سے گفت وشنید کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ گردو پیش کا بھی جائزہ لیتے رہے۔ جب قریش کے پاس گئے تو ان کو حضورؐ کے ساتھ اپنی گفتگو کی تفصیل سنائی اور پھر نہایت دردمندی کے ساتھ انہیں بتایا کہ''برادران قریش! مجھے دنیا کے بڑے بڑے فرمانرواؤں کے درباروں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے، میں نے قیصر وکسریٰ کے دربار اور نجاشی کی شان وشوکت دیکھی ہے، لیکن خدا کی قسم میں نے کسی زرخرید غلام کو بھی اپنے بادشاہ کی اتنی عزت کرتے نہیں دیکھا جتنی کہ محمدؐ کے ساتھی ان کی کرتے ہیں۔ محمد ﷺ تھوکتے ہیں تو یہ لوگ آگے بڑھ کر ان کے تھوک کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں اور جوش عقیدت میں اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں، یہ لوگ مستعمل پانی کے ایک ایک قطرے پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے اس کی خاطر آپس میں لڑ مریں گے۔ محمد ﷺ کوئی حکم دیتے ہیں تو ہر شخص بجا آوری کیلئے لپکتا ہے، محمدؐ جب کوئی بات کرتے ہیں تو سب کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں۔ محمدؐ کی عظمت کا یہ حال ہے کہ ان کا کوئی ساتھی ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ میری مانو تو محمد ﷺ کی تجویز منظور کرلو، یہ نہایت پسندیدہ اور معقول ہے''۔

یہ صاحب جنہوں نے خونریزی روکنے کیلئے مسلمانوں اور قریش کے مابین صلح کیلئے نہایت اخلاص اور دردمندی کے ساتھ سرتوڑ کوشش کی، بنوثقیف کے ایک سردار ابومسعود عروہؓ بن مسعود تھے۔

سیدنا حضرت ابومسعود عروہؓ بن مسعود اگرچہ صحابہ متاخرین کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان شمار اکابر صحابہ میں ہوتا ہے۔ وہ طائف کے مشہور قبیلہ بنوثقیف کے اشراف میں سے تھے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:۔

عروہؓ بن مسعود بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان۔

عروہؓ نہایت نیک دل، صائب الرائے اور دلیر آدمی تھے اور بنوثقیف میں نہایت عزت و

احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔قریش مکہ سے بھی ان کے گہرے مراسم تھے اور مکہ میں ان کا اکثر آنا جانا رہتا تھا۔صلح حدیبیہ کے موقع پر وہ مکہ میں موجود تھے،ایک روایت کے مطابق وہ قریش کے بلاوے پر مکہ آئے تھے اور بقول بعض وہ از خود اس قضیے کا تصفیہ کرانے مکہ آئے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ کا بیان ہے کہ حضورﷺ نے حضرت بسرؓ بن سفیان خزاعی کو قریش کے ارادوں کی تحقیق کیلئے مکہ روانہ کیا تھا۔وہ تحقیق کر کے عسفان کے مقام پر حضورﷺ سے ملے اور عرض کی:۔

''یارسول اللہﷺ قریش نے مزاحمت کا فیصلہ کرلیا ہے اور وہ لڑائی پر تلے ہوئے ہیں''۔

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق سب سے پہلے حضرت بدیلؓ بن ورقا خزاعی نے حضورؐ کو قریش کی مزاحمت کی خبر دی تھی اور انہوں نے ہی حضورﷺ کا پیغام قریش کو پہنچایا تھا۔

حضرت عروہؓ بن مسعود قریش کے سفیر بن کر حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کے سامنے بھی وہی تجویز پیش کی جو اپنے سفیر کی زبانی قریش کو بھیج چکے تھے۔عروہؓ نے نفسیاتی حربے سے کام لینا چاہا اور کہا۔

''محمدؐ اگر تم بالفرض اپنی قوم کی بیخ کنی کرنے میں کامیاب ہو گئے تو کیا تم نے عرب کے کسی آدمی کے بارے میں آج تک سنا ہے کہ اس نے خود اپنی قوم کو برباد کر دیا ہو اور اگر لڑائی کا نتیجہ کچھ اور نکلا تو خدا کی قسم یہ لوگ جو تمہارے گرد نظر آ رہے ہیں،سب بھاگ جائیں گے اور تمہیں تنہا چھوڑ دیں گے؟''۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ،عروہؓ کی بات سن کر غصہ سے بیتاب ہو گئے اور فرمایا''جا جا اپنے معبود ''لات'' کی پیشاب گاہ چوس،ارے محمدﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور آپؐ کو تنہا چھوڑ دیں گے؟''

عروہؓ نے کہا:''ابوبکر اگر تمہارے بعض احسانات مجھ پر نہ ہوتے تو خدا کی قسم میں تمہاری سخت کلامی کا ضرور جواب دیتا''۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی بات سن کر کہ عروہؓ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟جب ان کو بتایا گیا کہ یہ ابوبکر بن ابی قحافہ ہیں تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے قدیمی احسانات کا حوالہ دے کر کوئی سخت جواب دینے سے گریز کیا۔لیکن اِن روایتوں کی صحت محل نظر ہے کیونکہ حضرت

ابو بکر صدیقؓ قریش کی بڑی مشہور و معروف ہستی تھے۔ یہ ناممکن تھا کہ حضرت عروہؓ ان کو چہرے یا آواز سے نہ پہچانتے ہوں۔

اِس کے بعد عروہؓ پھر حضورؐ سے گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ عربوں کی عادت تھی کہ گفتگو کرتے وقت وہ ایک دوسرے کی ڈاڑھی کو ہاتھ لگاتے تھے یا اِسے پکڑ لیتے تھے، عروہؓ بھی دورانِ گفتگو میں بار بار حضورؐ کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ خود پہنے شمشیر بدست حضورﷺ کی پشت کی جانب کھڑے تھے، جونہی عروہؓ حضورﷺ کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتے، حضرت مغیرہؓ تلوار کے تلہ سے ان کے ہاتھ کو ٹھوکا دیتے اور کہتے ''خبردار اپنا ہاتھ حضورﷺ کی ریش مبارک سے پرے رکھ''۔

حضرت مغیرہؓ کا چہرہ خود میں چھپا ہوا تھا، عروہؓ نے برہم ہو کر کہا، یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مغیرہؓ بن شعبہ ہیں''۔

عروہؓ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: ''او غدار کیا میں نے فلاں موقع پر تیری غداری کے معاملہ میں تیری مدد نہیں کی تھی؟۔ (زمانہ جاہلیت میں حضرت مغیرہؓ نے چند آدمیوں کو قتل کر دیا تھا اور ان کا مال لے لیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا، حضورﷺ نے مغیرہؓ کے قبول اسلام پر تو صاد فرمایا تھا لیکن ساتھ ہی ان پر واضح کر دیا تھا کہ تم نے جو مال لوٹا ہے ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عروہؓ بن مسعود نے مغیرہؓ کی طرف سے مقتولوں کا خون بہا ادا کیا تھا، اس موقع پر انہوں نے اِسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

حدیبیہ میں اپنی سفارت کے دوران حضرت عروہؓ نے حضورﷺ کی عقیدت اور شیفتگی کے جو حیرت انگیز مناظر دیکھے وہ ان سے بہت متاثر ہوئے۔ واپس جا کر قریش کے سامنے ان کی کیفیت بڑے موثر پیرایہ میں تفصیل سے بیان کی اور انہیں مشورہ دیا کہ مسلمانوں سے صلح کر لو اور ان کو مکہ میں داخل ہونے سے نہ روکو۔ قریش نے اس وقت تو ان کا مشورہ نہ مانا لیکن بیعت رضوان کے بعد وہ صلح نامہ حدیبیہ پر دستخط کرنے پر مجبور ہو گئے۔

۸ ہجری میں سرورِ عالمﷺ غزوہ طائف سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کو واپس تشریف لا

رہے تھے کہ اثنائے راہ میں حضرت عروہؓ بن مسعود آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قبولِ اسلام کی سعادت حاصل کی اِس کے بعد انہوں نے عرض کی:۔

''یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے قبیلہ کو حق کی دعوت دُوں''۔

بنوثقیف بڑے جنگجو اور مغرور لوگ تھے۔حضورؐ نے فرمایا،''تمہاری سنگدل قوم تم سے لڑے گی''۔(یا بروایت دیگر تمہاری قوم تم کو قتل کر دے گی)انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بنو ثقیف میرا بہت احترام کرتے ہیں یہاں تک کہ اگر میں سورہا ہوں تو مجھے بیدار بھی نہیں کرتے کہ مبادا مجھے تکلیف ہو۔اِس کی بات سن کر حضور ﷺ نے انہیں تبلیغ حق کی دعوت دے دی۔

سعادت اندوزِ اسلام ہو کر حضرت عروہؓ بن مسعود عشاء کے قریب طائف پہنچے، بنوثقیف ان کی آمد کی خبر سن کر ملاقات کیلئے آئے اور جاہلیت کے طریقے پر ان کو سلام کیا، انہوں نے اس پر سختی سے اعتراض کیا اور کہا کہ تم کو اہلِ جنت کی طرح سلام کرنا چاہیے اور السلام علیکم کہنا چاہیے پھر انہوں نے بنوثقیف کو اسلام کی دعوت دی اس پر وہ بھڑک اُٹھے اور حضرت عروہؓ کو سخت سست کہہ کر چلے گئے۔

صبح کو حضرت عروہؓ نے اپنے مکان کے بالا خانے میں کھڑے ہو کر فجر کی اذان دی۔اس کو سن کر بنوثقیف مشتعل ہو گئے اور حضرت عروہؓ کا رُتبہ و احترام بالائے طاق رکھ کر ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔علامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ بنو مالک (ثقیف کی ایک شاخ) کے ایک شخص اوس بن عوف نے تاک کر ایسا تیر مارا کہ ان کی رگ اکحل میں پیوست ہو گیا۔یہ تیر پیغام قضا ثابت ہوا۔جب ان کی جانبری کی کوئی امید نہ رہی تو ان کے اہل خاندان ہتھیار باندھ کر ان کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کا بدلہ ضرور لیں گے، خواہ ہمارا بچہ بچہ مارا جائے، جب تک ہم بنو مالک کے دس سردار نہ قتل کر لیں گے ہم کو چین نہ آئے گا۔

حضرت عروہؓ نیک نفسی میں اپنی مثال آپ تھے۔انہوں نے فرمایا،''یہ تو اللہ تعالیٰ کا مجھ پر خاص احسان ہے کہ اس نے رتبہ شہادت پر مجھے فائز کیا، میرے بدلہ میں کسی کو قتل نہ کرو، میں نے اپنا خون معاف کیا۔میری تو اب صرف یہ آرزو ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ان ساتھیوں کے

پاس دفن کرنا جو محاصرہ طائف کے دوران شہید ہوئے''۔

ایک اور روایت میں ان سے یہ الفاظ بھی منسوب ہیں۔''میرے بارے میں جنگ و جدل نہ کرو میں نے تم لوگوں میں مصالحت باہمی کیلئے اپنا خون معاف کر دیا، میرا قتل تو اللہ تعالیٰ کی نوازش ہے، اِس کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اپنی جان راہِ حق میں قربان کرنے کی توفیق دی، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جنہوں نے مجھے اس بات کی خبر دی تھی کہ تمہاری قوم تمہیں قتل کر ڈالے گی''۔

اِس وصیت کے بعد حضرت عروہؓ نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اہل خاندان نے طائف کے گنج شہیداں میں سپردِ خاک کر کے اِن کی آخری تمنا پوری کر دی۔

رحمت عالم ﷺ کو حضرت عروہؓ بن مسعود کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا، ''عروہؓ کی مثال صاحب یٰسین جیسی ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو حق کی طرف بلایا اور قوم نے ان کو مار ڈالا''۔

سرورِ عالم ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مجھے انبیاء کی مثالی صورتیں دکھائی گئیں، ابراہیمؑ میرے ہم شبیہ تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام عروہؓ بن مسعود کے ہم شکل تھے۔

حافظ ابن عبدالعزیزؒ نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کو حضرت عروہؓ بن مسعود کی شہادت سے اتنا صدمہ پہنچا کہ انہوں نے اس سانحہ جانگداز پر ایک پردرد مرثیہ کہا۔

طبریؒ کا بیان ہے کہ حضرت عروہؓ بن مسعود نے جرش (ایک صنعتی شہر) میں جا کر دبابہ ضبور اور منجنیق بنانے کا طریقہ سیکھا تھا۔ ان کے ساتھ حضرت غیلانؓ بن سلمہ ثقفی بھی گئے تھے۔ ابن سعدؒ اور ابن ہشام کا بیان ہے کہ ان دونوں کو حضور ﷺ نے جُرش بھیجا تھا۔ اس لئے وہ غزوہ حنین اور محاصرہ طائف میں شریک نہ ہو سکے۔ اگر یہ روایت درست ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عروہؓ بن مسعود نے فتح مکہ سے کچھ پہلے یا اس کے فوراً بعد اسلام قبول کر لیا تھا لیکن عام طور پر یہی مشہور ہے کہ انہوں نے غزوہ طائف کے بعد اسلام قبول کیا اور طائف واپس پہنچتے ہی ان کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا، اس صورت میں ان کا جُرش جانا قیاس نہیں ہے اور اگر وہ جُرش گئے بھی تھے تو پھر ان کے قبولِ اسلام سے پہلے کا واقعہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

برطانوی صحافی ریڈلی کا قبول اسلام

﴿رضی الدین سید﴾

معروف برطانوی خاتون صحافی ایوون ریڈلی کا مسلمان ہونا آج کی تاریخ کا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے کہ جس نے چھ سال قبل اسلام قبول کر کے ساری دنیا کو حیران و ششدر کر دیا تھا۔ مغرب کی نام نہاد مہذب اور تعلیم یافتہ عیسائی دنیا نے اسلام کیخلاف اتنا شر انگیز پروپیگنڈہ کیا ہوا ہے کہ لوگوں کو وہاں ہمارا مذہب اب محض خوف و دہشت اور جاہلیت و وحشت کی علامت ہی بنا ہوا نظر آتا ہے۔ ایسے حالات میں اگر کوئی دانشور اور صحافی خصوصاً کوئی خاتون اسلام کے دامن میں خود کو مکمل طور پر ڈال دے تو فی الحقیقت یہ ایک حیرانی ہی کی بات ہے۔ ریڈلی وہ صحافی تھی جسے 2002ء سے بھی قبل شاید اسلام سے کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ شاید اسلام اسے بھی ایک غیر مہذب دین ہی نظر آتا ہو لیکن اچانک ایسے حالات پیدا ہوئے کہ اسلام اسے ایک قابل مطالعہ و قابل توجہ مذہب نظر آنے لگا۔ اپنی پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کے تحت ایوون ریڈلی کو اس کی اخبار کی جانب سے اس وقت کے برسر اقتدار طالبان کے بارے میں بہت کچھ جاننے کیلئے افغانستان روانہ کیا گیا تھا جو اس وقت مغربی صحافیوں سے بہت الرجک (وحشت زدہ) تھے کیونکہ یہ صحافی اس کے بارے میں مسلسل منفی پروپیگنڈے کر رہے تھے۔ اس سوچ کے تحت ریڈلی افغانی برقعہ پہن کر افغانستان میں داخل ہوئی تاکہ کوئی اسے گرفتار نہ کر سکے۔ مغربی صحافی خبروں کے منبع تک پہنچنے کیلئے ہر خطرہ مول لیتے ہیں اور بھیس بدلنے سے بھی نہیں چوکتے۔ (گریس ہالسیل ایک اور امریکی خاتون صحافی ہے جس نے بیبی سی پی (امریکہ) میں کالوں کے اصل حالات جاننے کیلئے خود کو ایک طریل عرصے تک کالے رنگ میں پیش کرالیا تھا) تاہم بدقسمتی سے ریڈلی طالبان کے ہاتھوں گرفتار کر لی گئی جس کے بعد اسے ایک مکان میں نظر بند کر دیا گیا۔ جس قید سے بچنے کیلئے اس نے خود کو برقعے میں ملبوس کیا تھا، خوش قسمتی سے وہی قید اس کیلئے رحمت کا سبب ثابت ہوئی۔ دس دن کی قید نے اس کے دل و دماغ کی دنیا ہلا دی اور وہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ جس مذہب کے بارے میں مغرب دنیا کو اس قدر خوفزدہ کر رہا ہے۔ غالباً اس میں سچائی کم اور مبالغہ آرائی زیادہ

ہے۔اس کی گرفتاری نے تو گویا مغرب میں آگ ہی لگادی اور یورپ اور امریکہ و برطانیہ میں ہر جگہ اس کی حمایت اور طالبان کے مخالفت میں بڑی بڑی سرخیاں لگنے لگیں۔انہوں نے اپنے پاس گویا طالبان کی بربریت کا ایک اور بڑا ثبوت حاصل کرلیا تھا۔دوسری طرف طالبان کے ذمہ داران و کارکنان نے ریڈلی کے ساتھ ایک بالکل ہی دوسرے طرزِ عمل کا مظاہرہ کیا۔ایسا طرزِ عمل جو کبھی اس خاتون کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا کیونکہ ہر دور میں عیسائی دنیا کا یہ رویہ رہا ہے کہ مفتوحہ افراد کو وہ اپنی ذاتی ملکیت سمجھتے ہیں جنہیں ہر لحاظ سے تاراج کرنیکا انہیں مکمل حق حاصل ہوتا ہے۔لیکن طالبان نے کابل میں ریڈلی سے مفتوحہ مالِ غنیمت کی بجائے ایک بڑے بھائی کا سا سلوک کیا۔وہ وہاں اس کے باپ، بھائی اور بیٹے بن گئے۔اِسے اپنا غلام بنانے کی بجائے وہ خود اس کے غلام بن گئے۔احترام و شفقت کی وہ مثالیں اس تنہا حسین عورت کے ساتھ ان طالبان مردوں نے پیش کیں جسکی نظیر مغربی دنیا میں آج تک نہیں ملتی۔اس کریمانہ سلوک سے ریڈلی کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کے اندر کا سویا ہوا ضمیر جاگ اُٹھا۔وہ خود بیان کرتی ہیں کہ ان ''آقاؤں'' نے مجھے پاکر آقایانہ نہیں بلکہ مشفقانہ سلوک اختیار کیا۔انہوں نے تمام تر کوشش کی کہ ان کی نسوانیت کے احترام میں ذرہ برابر کمی نہ آنے پائے۔وہ کہتی ہیں کہ ''اگر چہ میں پردے کی قائل نہیں تھی مگر میرے لئے وہ خود پر تمام تر حجاب طاری کررہے تھے۔انہوں نے مجھ پر کبھی تشدد نہیں کیا۔انہوں نے مجھے کبھی بھوکا نہیں مارا۔وہ جب بھی میرے پاس آتے تھے، دستک دے کر پہلے مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرتے تھے''۔

اپنی ضروریات سے فراغت کیلئے بھی انہوں نے مجھے مکمل حجاب، حیا اور تخلیہ فراہم کیا۔وہ مجھے ہمیشہ سسٹر کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ریڈلی اظہار کرتی ہیں کہ میں دس دن تک ان کی قید میں رہی لیکن انہوں نے مجھے کبھی ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ میں اِن سے بالکل بے خوف اور Un.touched رہی۔دس دن کی اس قید کے بعد جب وہ رہا ہوکر برطانیہ پہنچی تو میڈیا کی ٹیم ہجوم کرکے اس کے پاس پہنچی اور کریدنے لگی کہ اس کے ساتھ اس دوران کیا کیا سانحات پیش آئے؟اس کی بے حرمتی کی گئی۔اسے بازاری کھلونا سمجھا گیا؟لیکن ایوون ریڈلی اِن کے ہر سوال کے جواب میں محض ایک ہی بات کہتی رہی،نہیں نہیں۔No,No شریف انسان تھے۔وہ میرا

دکھ سمجھتے تھے، وہ عورت کے مقام کو پہچانتے تھے، وہ اجڈ مولوی ضرور تھے مگر ان کا سلوک بہت ارفع واعلیٰ تھا۔ مغربی صحافیوں نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس سے یہ سوال تک کئے۔ آیا تمہارے لئے باتھ روم علیحدہ تھا اور یہ تم اپنے زیر جائے Undergarment کیسے دھوتی تھیں؟ لیکن اس کے مثبت جوابات سے مطمئن ہونے کی بجائے انہوں نے نفرت بھری سرخیاں پھر سے لگا دیں۔ "ریڈلی کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا گیا، ریڈلی کو بری طرح برین واش کیا گیا، ریڈلی یہ سب کچھ طالبان کے دباؤ کے باعث کہہ رہی ہے" وغیرہ۔ بعد ازاں برطانیہ پہنچ کر اس کے دل نے زور کیا کہ جس مذہب کے افراد نے اس کے ساتھ اتنا رحیمانہ سلوک کیا ہے تو ذرا اسے اس مذہب کے بارے میں زیادہ تفصیلی طور پر جاننا چاہئے لہٰذا اس نے دین اسلام کے اصل ماخذ قرآن پاک کا مطالعہ شروع کیا اور جوں جوں وہ اس کا ترجمہ پڑھتی گئی اسے لگا کہ یہ تو اس کے اپنے دل کی آواز ہے۔ یہ تو وہی مذہب ہے جس سے فی الحقیقت اسے سکون حاصل ہو سکتا ہے اور تب آخر کار اس نے گواہی دی کہ دنیا کا کوئی معبود نہیں سوائے اس ایک اللہ کے اور محمد ﷺ اس اللہ کے آخری رسول ہیں۔ یوں کافی کچھ مطالعہ کے بعد اس نے خود کو بالآخر اسلام کی گود میں ڈال دیا۔ عیسائیوں کی صف سے نکل کر مسلمانوں کی صف میں داخل ہو گئی! اور کیسی مسلمان؟ پھر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھ گئی بلکہ اس نے اسلام کا علم ہاتھ میں اٹھا لیا اور اس کی وکیل بن گئی۔ آج وہ ساری دنیا کے دورے کر کے بیانگ دہل بتاتی ہے کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے اور یہ کہ اسلام ایک امن و آشتی کا مذہب ہے۔ طالبان جن کے قبضے میں ریڈلی رہی، اس وقت انہیں اس پر پورا اختیار حاصل تھا اور وہ اس کے ساتھ جو سلوک بھی چاہے کر سکتے تھے لیکن انہوں نے اس وقت اپنے انتقام کے جذبات کو دبا دیا اور ایک نئے سلوک کا مظاہرہ کیا جس سے ریڈلی اور وحشی دنیا عملی طور پر یکسر ناواقف تھی جس وقت طالبان کے نمائندے اس کے ساتھ حسن سلوک کر رہے تھے، اس وقت انہیں خبر بھی نہیں ہوگی کہ اس کے باعث وہ دراصل ریڈلی کے دل کی دنیا تبدیل کر رہے ہیں۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ باہر جا کر ریڈلی اسلام کا باقاعدہ مطالعہ کرنے لگے گی اور اس کے بعد اسلام قبول کرنے کا بانگ دہل اعلان کرے گی۔ اس نے مسلمان ہونے کے بعد طالبان کو خراج تحسین پیش کرنے کے بعد زور دے کر کہا تھا کہ وہ انکی قید میں رہ کر مسلمان نہیں ہوئی تا کہ دنیا یہ نہ

کہہ سکے کہ ریڈلی کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے ایک بار حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ تمہارے ہاتھ کسی کا مسلم ہو جانا اس بات سے بہت ارفع ہے کہ تمہیں سُرخ اونٹوں کا گلہ مل جائے ۔لہٰذا اسلام کے قابل ہیں وہ طالبان اوران کی قیادت جنھوں نے دین عیسائیت کی ایک نمایاں عورت کو اپنے بہترین اخلاق کے باعث اللہ واحد کا گرویدہ بنا دیا۔ہم نے ایک بار کسی اور غیر مسلم خاتون کا تبصرہ اس کے اسلام قبول کرنے کے وقت پڑھا تھا،اس نے کہا تھا کہ I haveavenot embraced Islam, I have converted to Islam یعنی بات یہ نہیں ہے کہ میں نے اسلام قبول کیا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے اپنے اصل دین کی طرف واپسی اختیار کی ہے۔اِس نے یہ اشارہ اِس حدیث کی طرف کیا تھا کہ جس میں کہا گیا ہے کہ ہر بچہ دین فطرت پہ پیدا ہوتا ہے لیکن پھر اس کے ماں باپ اور دوست احباب اسے عیسائی یا یہودی بنا دیتے ہیں۔ ریڈلی بھی دراصل اپنے اسی ابتدائی دین کی طرف ''پلٹ'' آئی ہے جسے باشعور ہونے کے بعد اس نے کہیں گم کر دیا تھا۔اگر آج مسلمانوں کا کردار اور زبان درست ہو جائیں اوران میں لوگوں کو اپنی جانب کھینچے چلے جانے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو دنیا کی ایک تہائی آبادی تو خود بخود اسلام کی جھولی میں آ گرے گی! عالم اسلام کے عظیم مفکر سید علی میاں ندویؒ نے اپنی ایک کتاب میں مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ کاش! ہم اپنے عمل سے اسلام کی ایک ایسی تصویر پیش کر سکیں جس کے باعث غیر مسلم افراد اسلام کے نرم، ریشمی اور خوبصورت کپڑے کو چھو کر اور ہاتھ لگا کر دیکھ سکیں ۔وہ کہہ سکیں کہ یہ کتنا ملائم، کتنا نفیس، کتنا مخملیں اور کتنا گداز کپڑا ہے یہی سب کچھ ریڈلی کے ساتھ ہوا۔اس کے دل نے طالبان کے مشفقانہ طرزِ عمل کے باعث جب پیہم سوالات شروع کیے تو وہ اپنے دل پہ جبر نہ کر سکی اور اسے ان سوالوں کے حقیقی جواب اپنے دل کو دینے ہی پڑے۔آج ریڈلی ایک عملی مسلمان خاتون ہے وہ سمجھتی ہے کہ اس کا دین اس سے دعوت کا تقاضا کرتا ہے ۔وہ آج ایک بے قرار مسلم خاتون بنی ہوئی ہے۔ساری دنیا کے دورے کر رہی ہے۔اس موقعہ پہ ہم ایوون ریڈلی (مریم) کو اپنے ابتدائی اور فطری دین کی طرف واپسی پہ خصوصی مبارکباد پیش کرتے ہیں جس کے باعث اب وہ دوزخ کی آگ میں جلنے سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو گئی ہیں کیونکہ قران وحدیث کی جانب سے ہر انسان کو اِسی بات کا زور دیا گیا

ہے کہ وہ خود کو دوزخ کی آگ میں جانے سے بچالے۔ خواہ اس کیلئے اسے کھجور کا محض ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ صدقہ کرنا پڑے۔ دوسری طرف ہمیں ان کی جرأت کی بھی قدر ہے جس کے بل پر وہ مسلم قیدیوں کو وحشی امریکہ کی قید سے چھڑانے کی سعی مسلسل کر رہی ہیں۔ مبارکباد کے مستحق ہیں وہ اسکالرز اور جدید مسائل کا ادراک رکھنے والے وہ دینی مقررین اور مصنفین بھی، جن کی دلکش، مدلل اور عقلی تحریروں سے مغرب کے بے چین افراد قبول اسلام سے قبل قبول اسلام کے بعد بھرپور استفادہ کرتے اور اپنے موقف پر جم جاتے ہیں۔

مغرب کے تمام تر پروپیگنڈے اور زہر آلو Smoke کے باوجود اِن قابل قدر راور حق کی متلاشی شخصیات (مرد و خواتین) کو آئندہ کل میں بھی دینِ اسلام کے دامنِ رحمت میں داخل ہونے سے کوئی نہ روک سکے گا۔ یہ کاروان تو یونہی آگے بڑھتا رہے گا، اگر چہ کہ ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے ''کردار'' کا اس میں کوئی قابل ذکر حصہ نہیں ہوگا!

بجھی عشق کی آگ اندھیرا ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اطلاع برائے دُعائے مغفرت

1۔ حافظ بشیر احمد صاحب (آدمکے چیمہ) اور اُن کی زوجہ محترمہ انتقال فرما گئی ہیں۔

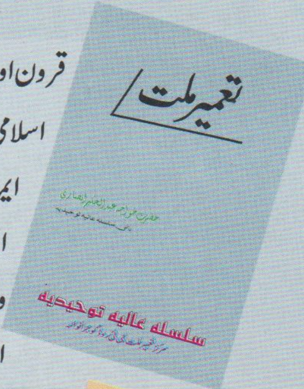
2۔ بھکر کے بھائی محمد رمضان میاں (ریٹائرڈ PAF) اِنتقال فرما گئے ہیں۔

تمام بھائیوں سے دُعا کی اِستدعا ہے۔

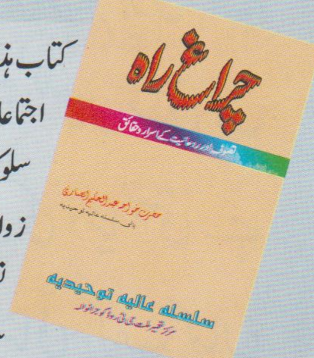
ترانۂ توحیدیہ

ہر وقت تصور ہے تیرا، ہر وقت سرور و مستی ہے
تم خود ہو مجسم میخانہ، آنکھوں سے شراب برستی ہے
ذرا گھونگھٹ رُخ سے اُٹھا جانا، تیری دید کو آنکھیں ترستی ہیں
بھلا اس میں بگڑتا ہے کیا تیرا میرے دل کی دنیا بستی ہے
ساغر میں کہاں یہ رنگینی، صہبا میں یہ ساقی کیف کہاں
یہ تیری نظر کا صدقہ ہے یہ تیری نظر کی مستی ہے
مخمور جوانی میں کوئی فردوس بداماں آتا ہے
گلشن کی فضائے ہستی میں پھولوں کی شراب برستی ہے
اے جان تمنا جان حزیں، اے حاصل ایماں حاصل دیں
قربان میں تیرے قدموں پہ کیا دل کیا دل کی ہستی ہے

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



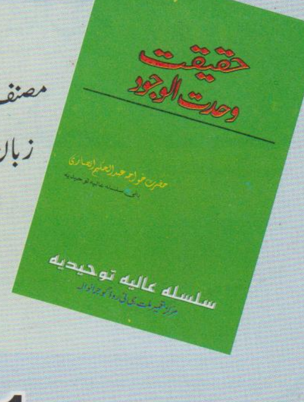
قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔
سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔
زوال امت میں امراء، علماء، صوفیا کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔
تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔
سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:-
حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقا اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

Reg: SR - 01

Website: www.toheedia.net